

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ نَزَلَ الْحَسَنَ الْكَافِيَةَ الْقُرْآنَ

بیاد

حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلانی



مسک
آلین شد
کادای

لاہور
ہفت روزہ
آلین شد
پاکستان
کاتوجان

مرکزی جمعیت
آلین شد
پاکستان
کاتوجان

شماره: 31

جلد: 45

۱۸ تا ۲۴ شوال ۱۴۳۵ھ 15 تا 21 اگست 2014ء

سلام پاکستان

PAKISTAN
INDEPENDENCE
DAY

14 اگست

قومی محاسبے کا دن!

فلسطین

غزہ پھر لہو لہو!

عمران خان اور قادری
اختیار کے ایجنڈے کی
تکمیل چاہتے ہیں۔

امیر محترم و فیاض سینئر ساجد میر حفظہ اللہ

قرآن و سنت
کی روشنی میں

● نماز فجر سے پہلے تحیت مسجد پڑھنا.....؟؟

● حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ.....؟؟

● ایک مسئلہ وراثت.....؟؟

بزرگوار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

مظلومان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

درس حدیث

کبیرہ گناہ

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ((الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس)) (رواہ البخاری)

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، والدین کی نافرمانی، کسی انسان کو ہلاک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا ہیں۔“ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ اپنی امت کو دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے اور دین و دنیا کی بھلائی کے اصول بیان کر کے قیامت تک کے مسلمانوں کو عقائد و اعمال کی درستگی کی تعلیم دیتے تاکہ نیک اعمال کی رغبت اور برے کاموں سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے چار ایسے کام بیان فرمائے جن کا تعلق کبیرہ گناہوں کے ساتھ ہے۔ گناہ کی دو اقسام ہیں ایک کبیرہ اور دوسرے صغیرہ۔ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جب کہ صغیرہ گناہ نیک اعمال کرنے سے ہی معاف ہو جاتے ہیں اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کر لو وہ نیکی اس گناہ کو ختم کرنے کا سبب بن جائے گی۔ وضو کرنے سے بہت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں کچھ کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے اور کچھ کا معاشرے کے ساتھ ہے۔ جو فہرست اس حدیث میں بیان ہوئی ان میں پہلے نمبر پر کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا ہے۔ اللہ کریم کو سب سے زیادہ غصہ اسی بات پر آتا ہے کہ کوئی کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائے، شرک کو ہی اللہ نے بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے اور اعلان فرمایا ہے کہ میں ہر ایک کو معاف کر دوں گا مگر شرک کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ ہاں اگر مشرک موت سے پہلے پہلے شرک سے توبہ کر کے عقیدہ توحید پر قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ دوسرا کبیرہ گناہ والدین کی نافرمانی ہے، والدین کی خدمت بہترین عبادت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔ اس دور میں اکثر لوگ اس کبیرہ گناہ کے مرتکب پائے جاتے ہیں۔ والدین کا نافرمان دنیا میں بھی رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب میں رہے گا۔ تیسرا کبیرہ گناہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا ہے، انسانی جان بڑی قیمتی ہے اسے قتل کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے وہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مکمل تحقیق کے بعد جرم ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دے، وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرے یا مرتد ہو جائے یا کسی انسان کو کسی وجہ کے بغیر قتل کر دے اس بڑے گناہ کی وجہ سے معاشرہ کا امن تباہ ہو جاتا ہے اور چوتھا کبیرہ گناہ جھوٹی گواہی دینا ہے۔ اس جرم میں بھی بہت سے لوگ ملوث پائے جاتے ہیں۔ ان چاروں کبیرہ گناہوں سے بچ کر آخرت بہتر بنانے کی فکر کرنا چاہیے۔

درس قرآن

مظلوم کے ساتھ قرآن کی ہمدردی

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران ۱۳۹)

”تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو اگر تم ایماندار ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“

قرآن مجید ہر طرح کے حالات میں انسان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ یہ تسلیاں بھی دیتا ہے اور خوشی و غم میں کس طریق کار کو اپنانا ہے اس کی طرف رہنمائی بھی کرتا ہے۔ یہ مظلوم کی دادرسی بھی کرتا ہے اور حالت ظلم میں کس چیز کو مضبوطی سے تھامنا ہے اور کس طرح ان حالات کا مقابلہ کرنا ہے یہ سب بھی سکھاتا ہے۔ الغرض قرآن کریم ایک سچے مومن کا سچا ساتھی رہنماء دوست اور امام ہے۔ مصیبت و مشقت میں ایک مسلمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران ۱۳۹-۱۴۰)

”تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو اگر تم ایماندار ہو تو تم ہی غالب رہو گے اگر تم زخمی ہوئے تو تمہارے مخالف لوگ بھی تو ایسے ہی زخمی ہو چکے ہیں، ہم ان دونوں کو لوگوں کے درمیان یوں ادا لیتے بدلتے رہتے ہیں“

باطل قوتوں اور نظاموں کو کبھی بھی دوام حاصل نہیں ہو سکتا اگرچہ کچھ وقت کے لیے وہ ابھرتے ہیں، اور اس میں بھی اللہ کی طرف سے ایمان والوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ قرآن کریم ایسے باطل نظاموں اور قوتوں کا تذکرہ کرتا ہے اور پھر ان کی بے ثباتی اور ان نظاموں کے پیروکاروں کی ہلاکت کی طرف بھی اشارہ فرماتا ہے۔ تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور مومنین کے لیے امتحان کے ساتھ ساتھ ان سخت حالات میں رہنمائی بھی کرتا ہے تاکہ وہ اس کڑے وقت میں اپنا تزکیہ اور محاسبہ کا سامان بھی کریں:

﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ (آل عمران ۱۷۹)

”جس حال پر تم ہو اسی پر اللہ ایمان والوں کو نہ چھوڑ دے گا جب تک کہ پاک اور ناپاک کو اللہ الگ الگ نہ کر دے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہیں غیب سے آگاہ فرمائیں گے۔“

بندہ مومن پر جس طرح کا بھی کڑا وقت آجائے آخر کار اللہ تعالیٰ اس کے لیے ان حالات سے نکلنے کا بندوبست فرماتے ہیں اور ہر مشکل اور تنگی کے بعد آسانی و سہولت کا اہتمام بندہ مومن کے لیے کیا جاتا ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران ۲۰۰)

اے ایمان والو! تم صبر کرو اور ثابت قدم اور ڈٹے رہو (جہاد کے لیے تیار رہو) اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور اللہ کا خوف پیدا کیے رکھو“

یوم آزادی..... محاسبے کا دن!

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا نقشہ عالم پر ظہور ہوا۔ اس طرح وطن عزیز اپنے سفر حیات کے 68 ویں سال میں داخل ہو رہا ہے۔ قوموں کی زندگی میں اتنا عرصہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ آج جب ہم پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ عرصہ کرب و اضطراب اور حوادث و آلام سے لبریز نظر آتا ہے اور ہر محبت وطن اور حساس فرد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہم نے اس عرصہ میں کچھ پانے کی بجائے بہت کچھ کھو دیا ہے۔ پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اور دنیا کا پانچواں بڑا ملک جس طرح مجزبانہ طور پر نقشہ عالم پر ابھرا تھا، بڑے کٹھن حالات میں اس منصب سے محروم ہو گیا۔ یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں کہ ہمارا مشرقی بازو اور بڑا حصہ کس طرح کٹا، محبت وطن اور دیندار لوگوں پر کس طرح قیامت برپا ہوئی۔ یہاں رونا اس بات کا ہے کہ ہم نے ان حادثات سے کوئی عبرت اور سبق حاصل نہیں کیا۔ اور حسب سابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات و احکامات کو زندگی کا محور نہیں بنایا اور نہ ہی اپنے فکر و عمل میں کسی صحت مند تبدیلی کی زحمت گوارا کی ہے۔ یہ افسوسناک طرز عمل کسی بہتر مستقبل کی نشاندہی نہیں کرتا۔

ممتاز دانشور پروفیسر محمد منور اپنی کتاب ”نظریہ پاکستان کا ارتقاء“ میں لکھتے ہیں کہ 23 مارچ 1940ء کو نمائندہ اجتماع میں قرارداد لاہور پیش کی گئی تا کہ مسلم اکثریتی علاقوں کو ہندو اکثریتی علاقوں سے الگ کر کے ایک آزاد وطن بنایا جائے۔ اس طرح ہندوستان کی مسلم ملت کی اکثریت آزاد ہو جاتی تھی۔ تمام مسلمانوں نے پورے شد و مد کے ساتھ اس اصول کی حمایت کی۔ یہ قرارداد لاہور جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام حاصل ہوا اور پھر پاکستان زندہ باد اور قائد اعظم زندہ باد کے نعرے فضا میں گونجنے لگے۔ حسابی لوگ حساب لگاتے رہے۔ اہل جغرافیہ جغرافیائی دلائل دیتے رہے۔ علم اقتصاد کے ماہرین اپنی شریات پیش کرتے رہے، کانگریس اور برطانوی حکومت کی سازشیں بھی جاری رہیں تا کہ کسی طرح پاکستان کے ظہور میں آنے کی راہ روکی جاسکے، مگر مسلمانوں کی لاکڑ تھی، وقت کی پکار تھی، لے کے رہیں گے پاکستان۔ آخر اس عزم مصمم کے سامنے مخالفت نے گھٹنے ٹیک دیئے۔“

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غلامی کی شب تاریک ختم ہوئی۔ آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ ایک نئی اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ مسلمان خاک و خون کا دریا عبور کر کے یہاں پہنچے مگر وہ نصب العین ابھی تشہ تکمیل ہی نہیں بلکہ معرض خطر میں ہے جس کے لئے اسلامیان برصغیر نے عزت و آبرو اور جان و مال کی بے پناہ قربانیاں دی تھیں اور ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ اس ملک میں اسلامی اقدار کی حکمرانی قائم کی جائے گی۔ تا کہ ہر ایک کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ رہ سکے اور لوگ اسلام کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو آزادی کے ساتھ ڈھال سکیں اور پاکستان دنیا میں ایک باوقار ملک کی طرح اپنا اسلامی تشخص قائم کر سکے۔ ستم کی بات یہ ہے کہ آج بعض دی وی چینلوں، پاکستان کے وجود اور قیام کے بارے میں ہرزہ سرائی کر کے اوگوں کے اذہان کو پرانگندہ اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ ملک میں بعض ایسے دانشور بھی پائے جاتے ہیں جو غلط بیانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قائد اعظم پاکستان کو اسلامی مملکت بنانا نہیں چاہتے تھے۔ حالانکہ قائد اعظم اپنے بیانات اور تقاریر میں فرماتے ہیں: ”11 اکتوبر 1947ء کو حکومت پاکستان کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو معرض وجود میں لانا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصد کے حصول کے ذریعے کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں۔ جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں کو پوری طرح پہنچنے کا موقع مل سکے۔“ پھر قائد اعظم نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں عوام اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔ 14 فروری 1948ء کو سخی دربار بلوچستان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ

مدیر اعلیٰ
بشیر انصاری
ایم اے

☆ رانا محمد شفیق خاں پسروری
☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد
☆ پروفیسر مقبول احمد قاضی

اس شمارہ میں

- 1 درس قرآن و حدیث
- 2 ادارہ
- 4 احکام و مسائل
- 6 مسلمانوں پر زیادتی، ایک سنگین گناہ (خلعہ حرم)
- 8 پاکستان کے 67 سال..... دعوت فکر و عمل
- 12 ارض فلسطین: پیچہ یہود میں جکڑی سرزمین
- 16 سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ
- 18 خاندان غزنویہ کا ذکر خیر
- 20 اخبار الجماعہ

ادارہ سے جملہ خط کتابت ایڈیٹر کے نام
اور ترسیل زمینگر کے نام کی جائے

ہفت روزہ ”اہل حدیث“
چوک اہل حدیث (المعرفہ بتی چوک)
106، راوی روڈ لاہور۔ 54000

فون: 042-3772525 ٹیکس: 042-37720257
email: weeklyahlehadih@yahoo.com

پبلشر

سالانہ	500/- روپے
ششماہی	300/- روپے
بذریعہ دیہی	535/- روپے
بیرونی ممالک سے	5500/- روپے
نی پرچہ	15/- روپے

بشیر پروفیسر ساجد میر نے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے لئے ”بشیر پرنٹ ان“ شاہ خالد ٹاؤن جی ٹی روڈ شاہدرہ لاہور سے چھپوا کر 106 راوی روڈ لاہور سے جاری کیا۔

حیات پر عمل کرنا ہے۔ جو ہمارے عظیم پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں ایسی جمہوریت کی بنیادیں، سچے اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیے۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی مشوروں سے کیا کرو۔ ان فرمودات سے واضح ہوتا ہے کہ بانی پاکستان ملک کو ایک اسلامی فلاحی اور جمہوری مملکت بنانا چاہتے تھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ غلامی میں تو قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے اس کی قدر و قیمت ان لوگوں سے پوچھئے جو ابھی تک غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حقیقی بات یہ ہے کہ آزادی ایک عطیہ خداوندی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران اس کے استحکام، اسلامی اقدار کے احیاء و نفاذ، فحاشی و عریانی کے استحصال، عدل و انصاف کے قیام، اتفاق و اتحاد اور عوام کو ریلیف دینے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ملک میں صحت مند انقلاب لانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے فکر و عمل میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم۔ شاعر نے اس آیت کی یوں ترجمانی کی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت میں تبدیلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

آخر میں اس امر پر غور و فکر اور محاسبے کی ضرورت ہے کہ اس عرصہ میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟ اس صورت میں ہم اپنی توانائیاں صرف کر کے ترقی و کمال حاصل کر سکتے ہیں کہ اپنے بنیادی فکر کی طرف لوٹ جائیں اور وہی طرز عمل اختیار کیا جو قیام پاکستان کے وقت ہمارا سامان سفر تھا اور یہ نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ زبان زد عام و خاص تھا۔

خفیہ طاقتیں زرداری کو پانچ سال برداشت کر سکتی ہیں تو نواز شریف کو کیوں نہیں؟ سینیٹر پروفیسر ساجد میر

مذہب کو استعمال کر کے ملک میں انارکی پھیلانے والے عاقبت نا اندیش ہیں۔ عمران کو اپنے نتائج شفاف اور دوسروں کے دھاندلی زدہ لگتے ہیں

3 اگست 2014ء لاہور:- مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سربراہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ مذہب کو استعمال کر کے ملک میں انارکی پھیلانے والے عاقبت نا اندیش ہیں اور کچھ لوگ ایکشن دھاندلی کی آڑ میں جمہوریت کی بساط پلیٹ کر آمریت کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ خفیہ طاقتیں زرداری کو پانچ سال برداشت کر سکتی ہیں تو نواز شریف کو کیوں نہیں؟ عوام کے مینڈیٹ کا احترام نہ کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ مرکزی دفتر میں علماء کے فود سے گفتگو کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ عمران خان دھاندلی کی پیداوار پارلیمنٹ کا حصہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟ انہیں اپنے نتائج شفاف اور دوسروں کے دھاندلی زدہ دکھائی دیتے ہیں۔ عمران خان ایک پارلیمنٹرین اور پارلیمنٹ کا حصہ ہو کر بھی مضحکہ خیز رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ معاملات پارلیمنٹ میں جمہوری طریقے سے طے کرنے کی کوشش کریں۔ ان کو اپنے مطالبات کے حق میں جمہوری قوتوں کی حمایت حاصل نہیں۔ طاہر القادری انقلاب کی رٹ لگا کر نہ جانے کس کے ایجنڈے کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اس گروہ کو جمہوریت کی بقا سے زیادہ ن لیگ کی حکومت کو گرانے میں دلچسپی ہے۔ جمہوری طریقے سے حکومت کی تبدیلی میں کوئی قباحت نہیں مگر غیر جمہوری طریقے سے حکومت کے خاتمے یا تبدیلی کی کوئی ذی شعور حمایت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت عوامی مسائل کے حل کی طرف توجہ دے۔ خصوصاً بجلی کی لوڈ شیڈنگ ایک سنگین مسئلہ ہے جس کے حل کے لیے ہر ممکن وسائل خرچ کرنا ہونگے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کا مستقبل جمہوریت سے وابستہ ہے، جمہوریت کو پڑی پرواں رکھنے کے لئے جمہوری قوتوں کو متحد ہونا ہوگا۔

اسرائیلی مظالم نے چنگیز خان، ہٹلر کے مظالم کو بھی مات دے دی۔ سینیٹر پروفیسر ساجد میر

خان اور قادری کسی اور کے ایجنڈے کی تکمیل چاہتے ہیں۔ مجید نظامی چلتا پھرتا پاکستان تھے۔

مرید کے:- مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سربراہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ غزہ میں اسرائیلی مظالم نے ہلاکو، چنگیز خان اور ہٹلر کے مظالم کو بھی مات دے دی ہے۔ او آئی سی مردہ گھوڑا بن چکی ہے۔ مسلم حکمرانوں کی غفلت اور کمزوری سے اسرائیل دہشت گردی میں مصروف ہے۔ خان اور قادری کسی اور کے ایجنڈے کی تکمیل چاہتے ہیں۔ انہیں فری ہینڈ دے دیا جائے تو ان کے غباروں سے ہوا نکل جائے گی۔ نادیدہ قوتیں ان کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ جمہوریت پڑی سے اتری تو ذمہ داری ان پر ہوگی اور قوم انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ مجید نظامی نظریہ پاکستان کے محافظ، اسلامی قوتوں کے ترجمان، کھرے انسان اور چلتا پھرتا پاکستان تھے۔ اس امر کا اظہار سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے جمعہ کی سہ پہر مقامی ہوٹل میں میڈیا اور نوائے وقت سے خصوصی گفتگو کے دوران کیا۔ سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے کہا کہ امریکہ کی سرپرستی میں عالم کفر ہر جگہ امت مسلمہ کا خون بہا رہا ہے۔

جناب مولانا ابو محمد حافظ عبدالستار الاحمد مرکز الدراسات الاسلامیہ

سلطان کالونی میاں چنوں خانیوال پاکستان

رابطہ: نماز عصر

تالوار مغرب

فون: 065-2663317 موبائل: 0300-4178626

hammad3316@yahoo.com

احکام و مسائل

حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ

سوال

کچھ علماء کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو انہوں نے عرش الہی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا، پھر انہوں نے حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی کو معاف کر دیا، اس روایت سے دعا کے وقت رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ ثابت کیا جاتا ہے، اس کی وضاحت کریں؟؟

جواب

سوال میں ذکر کردہ روایت موضوع، خود ساختہ اور بے سند ہے، شرعی مسائل کے اثبات میں ایسی روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں ایک درخت کے پاس جانے کی غلطی ہوئی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کیا تھا؟ پھر اس غلطی کی معافی کیلئے خود اللہ تعالیٰ نے چند کلمات سکھائے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔“ (بقرہ: ۳۷) متعدد مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درج ذیل کلمات سیکھے تھے:

﴿وَبَيْنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الاعراف: ۲۳)

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والے ہوں گے۔“

اس قرآنی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کی معافی کیلئے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ نہیں بلکہ مذکورہ بالا دعا پڑھی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے اعتراف خطا کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کی غلطی کو معاف کر دیا۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء علیہم السلام نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں، کسی نبی کا وسیلہ نہیں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام ہیں تم ان ناموں کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو۔“ (الاعراف: ۱۸۰)

بہر حال سوال میں ذکر کردہ روایت کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے علاوہ یہ قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ سمیت تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دعا کرتے وقت کسی قسم کے واسطے کے بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے، ہمیں بھی دعا کے وقت اسی انداز کو اختیار کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

رسول اللہ ﷺ کا اپنے رب کو دیکھنا

سوال

کیا یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے موقع پر اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟؟

جواب

معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا تھا۔ اس موقع پر جن آیات کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے، اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری، التفسیر: ۲۸۵۶)

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: امی جان! کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا:

”تیری بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، تین باتیں ایسی ہیں جو ان میں سے ایک بھی کہے گا وہ جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوگا۔ ان میں سے ایک یہ ہے: جو شخص یہ کہے کہ

حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

”اللہ کو کوئی آنکھ نہیں پاسکتی اور وہ سب نگاہوں کو پاسکتا ہے، وہ بہت باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔“ (الانعام: ۱۰۳)

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔“ (بخاری، التفسیر: ۲۸۵۵)

اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے موقع پر اپنے رب کو کھلی آنکھ سے نہیں دیکھا تھا۔ (واللہ اعلم)

فجر کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنا

سوال

ایک آدمی گھر سے نماز فجر کی دو سنتیں پڑھ کر آتا ہے، جب وہ مسجد میں آتا ہے تو کیا وہ بیٹھ جائے یا تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھ کر بیٹھے، اس سلسلہ میں قرآن و حدیث میں کیا ہدایات وارد ہیں؟؟

جواب

جب فجر طلوع ہو جائے تو نماز فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فجر کے بعد دو رکعت کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔“ (ترمذی، الصلوٰۃ: ۴۱۹)

یہ روایت بیان کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس امر پر اہل علم کا اجماع ہے کہ کوئی شخص طلوع فجر کے بعد نماز فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک بھی یہی تھا کہ اذان فجر کے بعد نماز فجر کی دو سنت ادا کرتے تھے جیسا کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ”رسول اللہ ﷺ جب فجر طلوع ہوتی تو ہلکی سی دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔“ (مسلم، صلوٰۃ المسافرین: ۱۶۷۵)

ان روایات کا تقاضا ہے کہ اذان فجر کے بعد دو سنتوں کے علاوہ عمومی نوافل نہ پڑھے جائیں، لیکن تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بارے میں بہت تاکیدیں آئی ہیں۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔“ (بخاری، الاذان: ۴۴۴)

اگرچہ تحیۃ المسجد فرض نہیں جیسا کہ دیگر متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے تاہم اگر کوئی گھر سے فجر کی دو سنت پڑھ کر آئے تو مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ ان کا پڑھنا ضروری نہیں تاہم مسجد کے احترام کا تقاضا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھے یا وہ نماز کے انتظار میں کھڑا رہے۔ (واللہ اعلم)

ایک مسئلہ وراثت

سوال

ایک شخص کو ⑤ کنال رقبہ وراثت میں ملا اور ۸ کنال اس نے خود خریدا، خرید کردہ رقبہ اپنے بڑے بیٹے کے نام کر دیا، اب وہ فوت ہو گیا ہے اور اس کی دو بیویاں ہیں، ایک لاولد ہے اور دوسری بیوی سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں زندہ ہیں، اس کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب

پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ مرنے کے بعد جو کچھ بھی اس کی ملکیت میں ہے، اسے ترکہ میں شمار کیا جائے گا۔ کفن و فن، ادائے قرض اور نفاذ وصیت کے بعد وہ سب شرعی ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ وہ جائیداد اسے وراثت میں ملی ہو یا اس نے کمائی کر کے خود خریدی ہو، یہ تفریق درست نہیں کہ وہ ترکہ تقسیم کیا جائے گا جو اسے وراثت میں ملا ہے اور جو اس نے خود خریدا ہے وہ تقسیم نہیں ہوگا۔ اس وضاحت کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں، جو بیوی لاولد ہے وہ بھی ترکہ کی حقدار ہے۔ ایک بیوی یا متعدد بیویوں کیلئے میت کی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ ہے، متعدد بیویاں اسی آٹھویں حصہ کو تقسیم کرنے کی مجاز ہوں گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ان بیویوں کیلئے آٹھواں حصہ ہے اگر میت کی اولاد ہے۔“ (النساء: ۱۲)

مقررہ حصہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ اولاد میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ ایک لڑکے کو لڑکی سے دو گنا حصہ ملے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ مذکر کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا جائے۔“ (النساء: ۱۱)

سہولت کے پیش نظر جائیداد کے آٹھ حصے کر لئے جائیں، ان میں آٹھواں حصہ یعنی ایک دونوں بیویوں کو اور باقی سات حصے اس طرح تقسیم ہوں گے کہ دو حصے فی لڑکا اور ایک ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے۔ مرحوم نے جو آٹھ کنال رقبہ بڑے بیٹے کو دیا ہے وہ جائز نہیں، وہ جائیداد میں شامل کر کے ایک ایک کنال دونوں بیویوں کو پھر چار چار کنال دونوں لڑکوں کو اور دو، دو، کنال تینوں لڑکیوں کو دی جائیں۔ درج ذیل صورت کے مطابق تقسیم کیا جائے:

میت

بیوی	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
① کنال	① کنال	③ کنال	④ کنال	⑥ کنال	② کنال	② کنال

امام مسجد الحرام
فضیلۃ الشیخ
ڈاکٹر سعود الشریع حفظہ اللہ

مسلمانوں پر زیادتی، ایک سنگین گناہ

سزیم ————— جناب حافظ محمد سرور ————— شرعی ————— جناب حافظ عبدالحمید ازہر

حمد و ثناء کے بعد:

لوگو! میں خود کو آپ سب کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں، اللہ کا ڈر مومن کے لیے راہ سلوک کا توشہ ہے۔ بے قراری میں سکون کا ذریعہ ہے، فتنوں اور آزمائشوں میں حفاظت کا وسیلہ۔ اس کو اپنی نگاہوں میں بسانے والا اور خلوت و جلوت میں اسے اپنی ذات کا حصہ بنانے والا کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا۔

﴿وَتَذَرُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (البقرة: ۱۹۷)

”سفر حج کے لیے زاد راہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زاد راہ پر ہیز گاری ہے، پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔“

لوگو! اللہ نے فرزند آدم کو مقام و مرتبہ عطا کیا، اسے بہترین صورت میں تخلیق کیا، اسے بہت ساری مخلوقات پر فضیلت سے نوازا، اگر یہ اپنے پروردگار پر ایمان رکھے اور نیکی کی روش پر گامزن ہو کر اللہ کے لیے یکسو ہو جائے تو وہ اسے ایک نور عطا کر دیتا ہے جس کی روشنی میں یہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، اس طرح اسلام کی وجہ سے اس کا مقام و مرتبہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اس کے دینی بھائیوں میں اور اس میں باہم حقوق و واجبات مقرر ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر نہ تو زیادتی کرے اور نہ اس کے معاملے میں اللہ کے حق سے تجاوز کرے۔ کیونکہ ہر مسلمان کو اپنی پانچ بنیادی چیزوں کے تحفظ کا حق حاصل ہے جن میں دین، جان، مال، عقل اور آبرو شامل ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہیں۔“ (مسلم)

اس لیے اپنے مسلمان بھائی کے مال کو چوری یا ڈاکے کے ذریعے یا اس کی رضا کے بغیر کسی بھی ناجائز

طریقے سے ہتھیانے کی کوشش نہ کر، نہ بہتان تراشی سے یا کسی اور طریقے سے اس کی آبرو پامال کر، نہ اس کی عقل پر کوئی ایسی سوچ مسلط کر جو اسے اللہ کے فرائض سے غافل کر دے، نہ اسے نشہ آور اشیاء اور ایسی کیفیتوں میں ڈال جن سے اس کی عقل میں بگاڑ پیدا ہو کیونکہ عقل ہی کے ساتھ اللہ نے اسے عزت بخشی ہے۔ نہ اس کے خون پر بغیر حق کے دست درازی کر کیونکہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے اور نہ اس کی جانب کوئی ایسا رشتہ منسوب کر جو اس کا نہیں اور نہ اس کو اس کے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے خاندان سے نسبت دے۔ کیونکہ مسلمانوں کے کسی بھی حق پر دست درازی کرنا اس ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنے کے مترادف ہے جس سے اللہ نے ہمیں یہ کہہ کر منع فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (البقرة: ۱۹۰)

”زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

اس لیے اے بندگان الہی! مسلمانوں کے حقوق پر کوئی بھی چھوٹی یا بڑی دست درازی بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ کی حدود پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اس فعل کا ارتکاب کرنے والا اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والے سب لوگ گناہ میں حصہ دار ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدة: ۲)

”جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔“

نبی کریم ﷺ نے ہر اس شخص کو وعید سنائی ہے جو عقل پر دست درازی کرنے والے کا تعاون کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”اللہ تعالیٰ نے شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، بنانے والے پر، بنوانے والے پر، اٹھانے والے پر، مانگنے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“ (ابوداؤد، حاکم)

اللہ کے بندو! کسی پر ظلم اور زیادتی ایک نہایت ہی بری خصلت ہے جو دل میں کینہ رکھنے سے اور اللہ اور بندوں کے حقوق کو حقیر جاننے سے جنم لیتی ہے۔ یہ افراد اور جماعتوں کے لیے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے جو دوسروں کو کمتر سمجھنے، حقوق کے معاملے میں کوتاہی کرنے اور اللہ کی پکڑ کو فراموش کر دینے سے بھڑکتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”آدمی کے لیے گناہ اتنا ہی بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔“ (مسلم)

اگر اپنے دل میں کسی کو حقیر سمجھنے کا یہ حکم ہے تو کسی کے مال، جسم، عقل، عزت اور حسب نسب پر دست درازی کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟! اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ (النساء: ۳۰)

”جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اُس کو ہم ضرور آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔“

اللہ کے بندو! ظلم و زیادتی باہمی تعلقات کی عمارت گرانے کے مترادف ہے۔ یہ ایک ایسی کدال ہے جس سے امن اور خوبصورت زندگی کی بلند عمارت پر ضرب پڑتی ہے۔ زیادتی کی ہر شکل اور ہر نوعیت برائی، شر اور تخریب ہے کیونکہ اس میں بگاڑ ہوتا ہے، بناؤ نہیں۔ ظلم ہوتا ہے، عدل نہیں، تفریق ہوتی ہے، اتحاد نہیں اور اس میں خود غرض آدمی صرف اپنی ذات کا فائدہ دیکھتا ہے، خواہ دوسرا ہلاک ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔

وہ خود زندہ رہنے کے لیے دوسرے کو قتل کرتا ہے، خود عیش کرنے کے لیے دوسرے کا مال چراتا ہے اور اپنے سکھ کے لیے دوسرے پر ظلم کرتا ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کو اس طرح کے مقولوں سے بھی شملتی ہے کہ ”اگر تو فلاں آدمی پروار کرنے میں پہل نہیں کرے گا تو اگلا وار وہ تجھ پر کر دے گا۔ اور اگر تو خود بھیڑیا نہیں بنے گا تو بھیڑیوں کا لقمہ بن جائے گا۔“

اللہ کے بندو! کسی پر زیادتی کی روش سے معاشرے میں خوف بڑھتا ہے اور امن و امان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ زیادتی سے لڑائیاں بھڑکتی ہیں، بے گناہ لوگ مرتے ہیں اور کھیتیاں اور نسلیں اجڑتی ہیں۔ اللہ کے بندو! زیادتی جنگل کا دستور ہے جہاں تو انا نا تو اس کو کھا جاتا ہے اور خونخوار درندہ چارہ کھانے والے جانور کو نگل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے تو ان کے لیے چوپاؤں جیسی عادتیں اپنانا حرام قرار دیا ہے، جن کے پاس نہ عقل ہوتی ہے اور نہ عدل۔ اگر انسان کی عقل بیدار ہو، وہ غفلت میں مدہوش نہ ہو، اسے اپنے خالق کی عظمت کا ادراک ہو اور وہ جانتا ہو کہ وہ غالب اور سخت پکڑ والا ہے تو یقینی طور پر نہ کسی کو گالی دے، نہ کسی کا مال ہتھیائے اور نہ کسی کے ساتھ لڑے لیکن ان باتوں کو فراموش کر کے اللہ اور لوگوں کی حدود میں دراندازی کرنے والا اللہ کے غضب اور پکڑ سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔

اسلام نے جہاں ظلم و زیادتی کو حرام قرار دیا ہے، وہیں زیادتی کا ذریعہ بننے والی ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو بھی حرام قرار دیا ہے مثلاً عصیت، گروہ بندی، نام لگانا، کسی کو غصہ دلانا، پریشان کرنا اور برا بھلا کہنا کیونکہ یہی چیزیں لڑائیوں اور ہولناک جنگوں کی آگ بھڑکاتی ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ ”آگ لکڑیوں سے بھڑکتی ہے تو جنگ کا آغاز کلام سے ہوتا ہے۔“

جنگوں کی ابتداء تعصب اور نخوت سے ہوتی ہے جبکہ ان کی انتہاء بربادی اور ہلاکت پر ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں تذکرہ آتا ہے کہ سلف صالحین فتنوں کے وقت میں امر و القیس کے ان اشعار سے سبق لیا کرتے تھے کہ ”جنگ شروع شروع میں ایک دو شیزہ کی طرح ہر جاہل کو اپنی چھب دکھا کر اپنی جانب کھینچتی ہے لیکن جب

بھڑک اٹھتی ہے تو ایک بوڑھی بیوہ کا بہروپ بھر لیتی ہے، اس قدر بھدی کہ جس کا نہ کوئی رنگ روپ ہو اور نہ ہی اسے چومنے یا قریب کرنے کو جی چاہے۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عدل اور احسان کا حکم دیا اور ظلم و زیادتی سے منع فرمایا تاکہ لوگ ایسی خوش کن زندگی جیئیں جس میں وحدت اور بھائی چارے کا دور دورہ ہو اور ہر آدمی دوسرے شخص کے حقوق کو سمجھنے والا ہو۔

امت کسی بھی کوتاہی میں مبتلا ہوگی تو شیطان اس کے درمیان نفرت کو ہوا دے گا اور ظلم، زیادتی، بغض، کشت و خون اور فساد کی آگ بھڑکائے گا اور انہیں کئی گروہوں میں تقسیم کر دے گا جو آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔

اس لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مومنین کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ اگر وہ قدرت رکھتا ہو تو عدل اور احسان کرتا ہے اور اگر مغلوب اور مظلوم ہو تو صبر کرتا ہے اور اجر کی امید رکھتا ہے۔“

اسی طرح کعب بن زہیر رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے وصف میں یہ شعر کہا تھا کہ: ”اگر ان کے نیزے نشانوں پر پڑیں تو وہ اترتے نہیں اور اگر خود نیزوں کا شکار ہو جائیں تو واویلا نہیں مچاتے۔“

کسی اعرابی سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی خاص صفت بتاؤ تو اس نے جواب دیا: ”میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ جب غلبہ پاتے تو اترتے نہیں تھے اور جب مغلوب ہوتے تو بے قراری کا اظہار نہیں کرتے تھے۔“

آپ ﷺ نے عین اس لمحے پر کفار قریش کو آزاد قرار دیا جب آپ ﷺ ان پر پوری طرح غلبہ پا چکے تھے اور آپ ﷺ کو مکہ سے نکالنے کے لیے انہوں نے جو کردار ادا کیا تھا، وہ ساری یادیں آپ ﷺ کے ذہن میں تازہ تھیں، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا ”جاؤ، تم آزاد ہو۔“

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝﴾ (التوبة: ۱۲۸-۱۲۹)

”دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں تو اے نبی ﷺ! اس سے کہہ دو کہ ”میرے لیے اللہ کافی ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہ، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔“

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت دے اور ہم سب کو اس کی آیات اور ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ

حمد و ثناء کے بعد:

”اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، ظلم و زیادتی سے بچو خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو، کیونکہ اس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا۔ اس کے چھوٹے سے چھوٹے نقصانات بغض اور عداوت میں جو تشدد، انتقام اور ظلم کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! یوں یہ سارا سلسلہ اندھیروں در اندھیروں کا مصداق ہے جس کا ازالہ صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کے سامنے اور اس کے فیصلوں اور حدود کے سامنے سر جھکا دیا جائے اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری کی جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”اللہ نے میری جانب یہ وحی کی کہ عاجزی اختیار کرو تاکہ کوئی آدمی دوسرے پر غرور نہ کرے اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔“ (مسلم)

اس لیے اے بندگان الہ! جان لو کہ زیادتی کا معاملہ بڑا سنگین ہے اور اسے معمولی سمجھنا ایک خطرناک غلطی ہے، یہ ایسے کبیرہ گناہوں تک لے جاتی ہے جو باعث لعنت ہیں اور جن کی وجہ سے دنیا میں حد اور آخرت میں عذاب لازم آتے ہیں۔

اس لیے امت اسلامیہ کے لیے ضروری ہے کہ ظلم و زیادتی کی برائی مٹانے کے لیے ایک مسلمان کے بچپن ہی سے اس کی اچھی تربیت کا اہتمام کرے اور نوجوانوں اور معاشروں سے ہوتے ہوئے ملکوں کی سطح تک اس

پاکستان کے 67 سال

دعوتِ فکر و عمل

تحریر: جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

نوٹ: قیام پاکستان کے ساٹھ سال مکمل ہونے پر پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ نے ماہنامہ ”دعوتِ اسلام آباد کا ادارہ“ پاکستان کے ساٹھ سال..... دعوتِ فکر و عمل“ کے عنوان سے لکھا۔ اب قیام پاکستان کو 67 سال ہو چکے ہیں مگر ادارہ یہ آج بھی تازہ معلوم ہوتا ہے۔“ (ادارہ)

کس قدر زیادہ ترقی کی ہے۔ اہل نظر ان تمام حقائق سے بخوبی آگاہ ہیں۔ یہ سب کوائف اور حقائق اپنی موجودہ صورت حال کا تجزیہ کرنے کے لیے بہت ضروری اور مفید ہیں۔

کھلے دل سے حقائق کا اعتراف قوموں کو سنہلنے اور آئندہ کے لیے مثبت لائحہ عمل تیار کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اپنی موجودہ سیاسی، آئینی، اقتصادی، عسکری، تعلیمی، تہذیبی، تمدنی، صنعتی، معاشرتی، اخلاقی اور دعوتی زندگی کا جائزہ لیں تو بے شمار مقامات آہ و فغاں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک بجرمانہ تغافل ہے کہ جسے اداروں کی سطح پر اجتماعی طور پر اختیار کیا گیا جس کے باعث ۱۸ کروڑ افراد کا یہ معاشرہ کسی ملتی اور تہذیبی آہنگ میں ڈھلنے کے بجائے ابھی تک محض افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کے درمیان اسلامی عقیدہ و ثقافت کی قدر مشترک کے باوجود کوئی باہمی اخوت و محبت، ہمدردی و غم گساری اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ دکھائی نہیں دیتا۔ ہم ایک قومی وجود میں ڈھلنے کے بجائے مختلف النوع طبقات میں منقسم ہیں جو اپنے مفادات کی ایک ایسی سرد جنگ میں مصروف عمل ہیں کہ جس سے ملت کی کھیتی سرسبز و شاداب ہونے کے بجائے ایک بنجر اور اجڑی ہوئی صورت حال کا منظر پیش کرتی ہے۔ مسلمانوں کو قنوطیت کے بجائے رجائیت سے کام لینے کا سبق دیا گیا ہے مگر رجائی صورت حال کے لوازم کی عدم موجودگی پر بھی ترقی و خوشحالی کے گیت گاتے چلے جانا اور پراپیگنڈے کی طاقت پر منفی صورت حال کو مثبت قرار دینا کب تک کسی قوم کے لیے مفید اور سودمند ہو سکتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کی اب چھ دہائیوں سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، یہ عرصہ ملک عزیز میں جس مد و جزر سے گزرا ہے وہ کئی اعتبار سے ایک عبرت انگیز مرقع ہے۔ قوموں کی زندگی میں ماہ و سال کی یہ تعداد اگرچہ بہت زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہیں۔ پاکستان کی آزادی کے عہد کے قریب تر کچھ تقدیر اور کچھ تاخیر کے ساتھ بہت سے ملکوں کو آزادی نصیب ہوئی لیکن اس دورانیہ میں انہوں نے عظیم الشان ترقی کے مراحل طے کیے اور ان میں سے بعض اب عالمی قوتوں کی قریب تر خریف اور خود ایک عالمی قوت کی نمائندہ بن کر ابھر رہی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے گراں خواب چینوں کے سنہلنے کی پیش گوئی کی تھی، ہماری یہ عظیم ہمسایہ مملکت پاکستان سے بھی دو سال بعد مکمل آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہوئی مگر عظیم قیادت کے مسلسل سفر نے اس قوم کو دنیا کے نقشے پر آج کیا مقام عطا کیا ہے، اس سے ہم بے خبر نہیں ہیں۔ براعظم ایشیا ہی کے جنوب مشرق میں کوریا جیسی مملکت ہمارے ہی ترقیاتی منصوبوں کو بنیاد بنا کر کس مقام پر پہنچ چکی ہے، یہ ہم سے کچھ اونچل نہیں ہے۔ جنوبی ایشیا کی برادر مسلم مملکتوں میں ملائیشیا عالمی تعصبات کے باوجود کس درجے کی معاشی اور صنعتی قوت بن رہا ہے، ہم اس سے باخبر ہیں۔ بلکہ ہماری سیاسی بد نصیبیوں کے باعث ۱۹۷۱ء میں مملکت کے دو ٹکڑے ہو جانے کے باعث اس کا دوسرا حصہ جو مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش کی حقیقت میں تبدیل ہوا اور جو کئی جغرافیائی اور سماجی حالات کے اعتبار سے مستقلاً مسائل کی دلدل میں گھرا رہتا ہے، اس نے بھی آئینی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی زندگی میں ہماری نسبت

جہاں تک ملک کے گزشتہ برسوں کے آئینی اور سیاسی سفر کا تعلق ہے، ہم نے تین چار بڑے بڑے آئینی تجربات کیے اور بالآخر ۱۹۷۳ء میں ملک کے دو ٹکڑے ہو جانے کے بعد ایک آئینی ڈھانچہ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے جسے قومی سطح پر ایک اجماع کی قوت حاصل تھی۔ اس آئینی ڈھانچے کو دیکھا جائے تو یہ بظاہر ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی مملکت کے لیے ایک کامیاب دستور دکھائی دیتا ہے۔ پھر نہ جانے کن لوگوں کے مفادات اور ہوس ناکیوں نے اس دستوری ڈھانچے میں مسلسل ایسی تبدیلیاں اور تغیرات کیے کہ جس سے ہم قومی سطح پر نہ تو ایک مکمل اسلامی مملکت بن سکے نہ اپنی ریاست کے جمہوری مزاج اور اقدار و روایات کو مستحکم کر سکے اور نہ ایک فلاحی مملکت کے لحاظ سے عوام الناس کے کثیر طبقات کو ان کے بنیادی حقوق ہی لوٹا سکے۔ ملک کی ستر فیصد سے زائد آبادی ابھی تک آزادی کے سورج کی حقیقی روشنی کا طلوع نہیں دیکھ سکی۔ معاشرے میں اداروں کے بجائے افراد اور مخصوص مفادات کے حامل طبقات کی حکومت جاری و ساری ہے اور ابھی تک آئین و ریاست باز سچے اطفال بنے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال میں ضروری ہے کہ ہم اس دستوری مزاج کی حامل ریاست کو مخصوص افراد اور طبقات کی ہوس ناکی کے پنجے سے رہائی دلا کر اس میں قواعد و ضوابط کے مطابق اداروں کی حکمرانی قائم کریں تاکہ عام شہریوں کے بنیادی حقوق کا دفاع اور احترام پیدا ہو سکے۔ ہمیں انفس ہے کہ اس مملکت کی موجودہ نوجوان نسل اس مملکت میں رہتے ہوئے اپنے معاشی مستقبل کو محفوظ تصور نہیں کرتی اور اگر انہیں امکانات میسر آجائیں تو کوئی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کسی دور و دلیں میں ایک تصوراتی خوش حالی کی تلاش میں نکلنے پر مجبور ہے۔

جہاں تک ملک عزیز کی عسکری صلاحیت اور قوت کا تعلق ہے اس حقیقت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم ایک جواں ہمت اور فعال فوج پر فخر کر سکتے ہیں۔ اس کی ایٹمی توانائی کی صلاحیت کے باعث اپنے ملک عزیز کے دفاع پر اعتماد کا اظہار کر سکتے ہیں مگر ملک میں جمہوری اقدار و روایات کی تلپٹ نے اس ادارے کے مفادات کو بھی مجروح کرنے کی کوشش کی اور عالمی قوتوں کو اس بات

بانی قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۹۴۸ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس کے موقع پر اپنے پیغام میں ایک اسلامی، نظریاتی، فلاحی، جمہوری مملکت کے لیے جس قسم کے نظام تعلیم کے خدوخال کا واضح تصور پیش کیا، ہم بدستور اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہم ابھی تک جس تعلیمی بحران کا شکار ہیں اس کے بڑے بڑے نقائص یہ ہیں:

☆ ذریعہ تعلیم کا مسئلہ، ☆ یکساں نظام تعلیم کا فقدان، ☆ یکساں نصاب تعلیم کی عدم فراہمی، ☆ مادی اور اخلاقی تعلیم کے امتزاج سے دوری، ☆ اعلیٰ تعلیم میں تحقیقی معیار کی کمی، ☆ طلبہ کی کردار سازی کے لوازم کا عدم شعور، ☆ تعلیم اور ابلاغ عامہ کے تعامل کی کمی، ☆ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کی ناقص منصوبہ بندی، ☆ ناقص امتحانی طریقہ کار، ☆ مناسب کتب خانوں کی جانب عدم توجہ، ☆ جدید تعلیمی وسائل کے اختیار کرنے میں تاہل، ☆ اساتذہ کی تدریسی اور تربیتی مہارتوں کے اداروں کی کمی، ☆ اساتذہ کے معاشرتی، معاشی اور سماجی مرتبے کا مسئلہ، ☆ تعلیمی اداروں میں سیاسی مداخلت، ☆ دینی مدارس میں فرقہ وارانہ سوچ کا اظہار، ☆ تعلیمی پالیسیوں کے نظریاتی پہلوؤں پر عدم توجہ، ☆ تعلیمی اداروں میں بچوں کے لیے مناسب کھیلوں، تفریح اور طبی سہولتوں کا فقدان، ☆ تعلیمی نصابیات اور ملکی ضروریات میں عدم موافقت، ☆ سائنسی، طبی اور انجینئرنگ کے تعلیمی اداروں میں معیاری لیبارٹریز کی عدم موجودگی، ☆ ملکی سالانہ بجٹ میں تعلیمی اور تحقیقی بجٹ کی کمزور شرح۔

اس حقیقت سے شاید کوئی ذی شعور انکار نہ کرے کہ کسی بھی ملک کی حقیقی ترقی اس کے تعلیمی معیار کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہمارے ہاں تو بمشکل خواندگی کی حقیقی شرح چالیس سے پچاس فیصد کے درمیان ہے۔ اگر تعلیم کی مختلف سطحوں پر ڈراپ آؤٹ کے اعداد و شمار کو پیش نظر رکھیں تو ہماری تشویش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ غیر معیاری نصابیات، تجربہ کار اساتذہ کی کمی اور تعلیمی سہولتوں اور وسائل کی عدم دستیابی نے ایک ایسے تعلیمی بحران کو جنم دیا ہے کہ جس کے باعث تعلیم اپنے مقاصد اور غایات سے بہت دور ہو گئی ہے۔ اگر تعلیمی دنیا کے مذکورہ مسائل اور نقائص کی طرف فوری توجہ نہ دی گئی تو ملک عزیز کے مستقبل کا ہر پہلو متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اور حقیقی ترقی کا

خودکشی سے دوچار کرنے کے مترادف ہے۔ بلکہ دیش کی طرح دیہاتی اور قصبائی ماحول میں چھوٹی چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کا جال بچھانا اقتصادی خوش حالی کے لیے بہت ناگزیر ہے۔ ہمیں اپنی درآمدات کی فہرست پر نظر ثانی کرنا ہوگی کہ جس میں اتنی فیصد سے زائد ایسا ساز و سامان درآمد کیا جا رہا ہے کہ جس کے بغیر بھی معاشرتی ڈھانچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ قومی سطح پر یہ نمود و نمائش اور تصنع کا کلچر ہلاکت کا باعث ہوگا۔ ایک پروقار سادگی کے لوازم کو میڈیا کے ذریعے سے عام کرنا ہوگا اور ملک کی اپر اور ایلٹ کلاس کو اس کلچر کو شعوری طور پر باہر مجبوری اختیار کرنا اور کرانا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے ملک کے چاروں طرف موجود ریاستوں کی قیادت اور اجتماعی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

جہاں تک ہماری تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی زندگی کا تعلق ہے اس میں نظریاتی تشخص بتدریج کمزور ہو رہا ہے۔ معاشرہ میں معاشی وسائل کی عدم مساوات نے بڑے خوف ناک نتائج پیدا کیے ہیں۔ جاگیردارانہ ماحول، انتظامی اشرافیہ اور مخصوص صنعتی سرمایہ داروں کے ٹولے نے اپنی ہوس ناک کے باعث پورے معاشرے کو ایک معاشی ناسور میں مبتلا کر دیا ہے۔ ایک طرف بڑے اور چھوٹے شہروں میں مخصوص طبقات کی آبادیوں کے لیے جنتیں تعمیر کی جا رہی ہیں اور دوسری طرف اوسط طبقے کے عوام ایک درمیانے درجے کی رہائش گاہوں کا کرایہ ادا کرنے کے بھی قابل نہیں رہے۔ اس نوع کا تفاوت کسی معاشرے کو بالآخر یا تو جہنم زار بنا دیتا ہے یا پھر کسی نادیدہ بغاوت کے طرز عمل پر اکساتا ہے اور یہ دونوں صورتیں پسندیدہ روش قرار نہیں دی جاسکتیں۔ ریاستی اداروں کو اس معاشی تفاوت کو ختم کرنے اور پورے معاشرے کو ایک اعتدال پسندی پر لانے کے لیے بہت شعوری کوشش اور بہت منظم منصوبہ بندی کرنا ہوگی ورنہ حقیقی آزادی کا تصور بدستور معدوم رہے گا اور بنیادی حقوق کا اطلاق بڑھتا چلا جائے گا۔

کسی بھی مملکت کے تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی استحکام کے لیے اس کے تعلیمی نظام کی عمدگی اور ذرائع ابلاغ کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بڑی المناک حقیقت ہے کہ پاکستان کی تشکیل کے ساتھ ہی اس کے

کے مواقع فراہم کیے کہ وہ ملکی دفاع کی اس صلاحیت کو کمزور، بلکہ ختم کرنے کی منظم سازش میں مصروف ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں قومی وحدت فکرو عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کسی مملکت کی فوز و فلاح کا انحصار اس کے عدالتی اداروں کی اس روش پر بھی منحصر ہے کہ وہ عامۃ الناس کو رشوت اور سفارش کے کلچر کے بغیر کس قدر بے لاگ اور سنا انصاف فراہم کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ملک عزیز کی عدالتوں کا ماضی افسوس ناک روایت سے بھرا ہوا ہے مگر حال میں عدالتی نظام میں جو ایک انگڑائی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اس سے جزوی طور پر پاکستانی شہریوں میں اعتماد کی فضا پیدا ہوئی ہے اور اگر اس عدالتی نظام کے باقی ماندہ حصوں پر مناسب توجہ کی گئی تو ایک بہتر اور روشن عدل و انصاف کے ماحول کی توقع کی جاسکتی ہے۔ عدالتی نظام میں طویل مقدمہ بازی کے ماحول اور کلچر کو تبدیل کرنا ہوگا اور اس نظام میں خود احتسابی اور مقاصد انصاف کے حصول کے لیے موثر ذرائع کا اہتمام کرنے کی ضمانت فراہم کرنا ہوگی۔

جہاں تک ملک عزیز کی اقتصادی اور صنعتی رفتار کا تعلق ہے، قوت اور توانائی کے موزوں اور ارزوں وسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ صنعتی میدان میں بین الاقوامی منڈیوں میں درپیش مقابلے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ موزوں صنعتی پالیسی کے خدوخال وضع نہ کرنے کے باعث ہماری بہت سی صنعتیں یا تو دم توڑ چکی ہیں یا نزاع کے عالم میں ہیں۔ اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ملک بنیادی طور پر ایک زرعی مملکت ہے مگر ایک کامیاب زراعت کا انحصار آبی وسائل کے مطلوبہ معیار کو حاصل کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا جس کے مفہوم کو ابھی تک سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا دریائی نظام ماضی کے معاہدوں کی روشنی میں اور ہندوستان کے غیر منصفانہ ڈیمز کے منصوبے کے باعث مسلسل خطرے میں ہے۔ ملک عزیز میں بہت سے چھوٹے چھوٹے اور چند بڑے ڈیمز بنانے کی گنجائش اور صلاحیت موجود ہے مگر یہ مسئلہ طبقاتی سوچ اور سیاسی منافرت کا شکار ہو چکا ہے۔ کالا باغ ڈیم کا منصوبہ ختم کر دیا گیا ہے۔ منصوبہ بندی میں اس قسم کا طرز فکر اور طرز عمل پوری مملکت کو ایک اقتصادی

خواب کبھی پورا نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں مختلف قسم کے نظام ہائے تعلیم میں یکسانیت پیدا کرنے کی شعوری کوشش بھی کی جانی چاہیے، وگرنہ معاشرہ بدستور طبقات میں تقسیم ہوتا رہے گا۔

ارض پاک میں گزشتہ تین دہائیوں سے بالخصوص صحت عامہ کے مسائل میں اضافہ ہوا ہے۔ تازہ ہوا، آلودگی سے پاک فضا اور پینے کا صاف پانی بھی شہریوں کو آسانی سے میسر نہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کا رجحان، متعلقہ حکومتی اداروں کا ایک مجرمانہ تغافل، بستیوں اور شہروں میں بچوں، نوجوانوں اور خواتین کے لیے تفریح کے مناسب مواقع اور پارک کا موجود نہ ہونا ایک تشویش کا پہلو ہے۔ منشیات کے استعمال میں بھی دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ جہالت، غربت اور معاشرتی ناہمواریوں نے بہت سے سماجی مسائل کو جنم دیا ہے جن کے باعث صحت عامہ کے مسائل بڑے پیمانے پر پیدا ہو چکے ہیں۔ کینسر اور ایڈز جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے کوئی خاطر خواہ پروگرام موجود نہیں۔ ان سب کے نتیجے میں معاشرہ جرائم کی ایک ایسی خوفناک دلدل میں گرتا جا رہا ہے اور مملکت کے متعلقہ اداروں کی ست روی، غفلت اور رشوت خوری کے مزاج نے ان مسائل کی شدت میں اضافہ کر دیا ہے جس سے ہماری تہذیب، تمدن اور معاشرت سبھی مفلوج ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس صورت حال کے تدارک کے لیے ابلاغ عامہ کی سطح پر ایک خاص مہم جاری کرنا ہوگی اور اس ضمن میں ریاست کے تمام اداروں کو اپنی کارکردگی کے لیے ایک خاص لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔ وفاقی اور صوبائی مختص کے اداروں کو اس ضمن میں خصوصی توجہ دینا ہوگی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے مقصد وجود کے اعتبار سے ایک جدید اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست ہے۔ اس ریاست کے لیے جس قدر دستوری اور آئینی ڈھانچے وضع کیے گئے ان سب کی ابتدا میں (قرارداد مقاصد کی صورت میں) اس حقیقت کی توثیق و تصدیق کی گئی ہے کہ اس مملکت کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور اسے ایک ماڈل اسلامی ریاست بنایا جائے گا جس میں اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوگی اور بندگان خدا کی زندگیوں کو منظم اور منضبط کرنے کے لیے

تمام تر قانون سازی کتاب و سنت کی روشنی میں کی جائے گی۔ اس دستور کی پیشانی پر اتنی بڑی صداقت کو کھٹنے کے بعد خود اس دستور میں بعض ایسی دفعات موجود ہیں جو اس حقیقت کی نفی ہیں۔ مثال کے طور پر مملکت کے صدر کو اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی مجرم یا قاتل کی سزا کو معاف کر سکتا ہے۔ پبلک ریونیو سے دیئے گئے قرضوں کی معافی کا اسے استحقاق دیا گیا ہے۔ قومی اور ملکی امانتوں میں اس نوع کا تصرف کسی سیکولر معاشرے میں ممکن ہو تو ہو مگر ایک اسلامی ریاست میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ اس میں بعض ایسی دفعات بھی موجود ہیں جو بذات خود جمہوری مزاج کی نفی اور آمریت کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ان سطور میں ہمارا مقصد انہیں پاکستان کی غیر اسلامی شقوں کا جائزہ لینا نہیں بلکہ اس امر کی نشاندہی مقصود ہے کہ ہم نے اس ریاست کی تشکیل کے ساتھ جو عہد وفا باندھا تھا اس کی پاسداری اور حفاظت کا ہمیں کس قدر احساس ہے؟؟؟

اسلامی ریاست اور معاشرے کی تشکیل کے لیے نظریاتی تعلیم کا بندوبست ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اگر افراد کی ذہنی تربیت میں نظریاتی آہنگ کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو افراد ریاست کے نظام میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دیں گے۔ اگر ہم صورت حال کا تجزیہ کریں تو ہمارے معاشرے میں شاید پانچ فیصد بھی ایسے افراد نہ مل سکیں جو ملی اور قومی تقاضوں کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینے میں عزت اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ ریاستی اداروں میں ہماری کارکردگی میں کوئی مشنری سپرٹ دکھائی نہیں دیتی اور ہماری کارکردگی قومی مفادات اور ملی وقار کی حفاظت کی آئینہ دار نظر نہیں آتی۔

اسلامی ریاست محض وعظ و تبلیغ سے مستحکم نہیں ہو سکتی، اس کے لیے ایک سائنٹیفک دعوتی نظام کو اپنانا ہوگا۔ معاشرے کے تمام ذمہ داروں کے لیے ایک ایسا تربیتی نظام وضع کرنا ہوگا جو ابتدا میں تو تعلیمی نظام کے نصابات میں پرویا اور سمویا ہوا دکھائی دے اور پھر تعلیمی مراحل کی تکمیل کے بعد جب ہم مختلف ریاستی مناصب پر فائز ہوں تو ان مواقع پر ایک ذمہ دار اور فرض شناس کارکن کی حیثیت سے اپنے فرائض کی انجام دہی کا شعور پیدا کریں۔ اپنی کارکردگی کو محض اپنے سے بالاتر افراد کی خوشنودی کے بجائے اللہ اکمل الحاکمین کی رضا اور خوشنودی

کا ذریعہ تصور کریں۔ اپنے فرائض کو دوسروں کے حقوق کی شرعی ادائیگی سے مشروط کر کے ادا کریں۔ قومی فرائض کی ادائیگی میں خیانت اور تغافل پر صرف سرنش ہی نہیں سخت کارروائی کی جائے جو دوسروں کے لیے نمونہ عبرت بھی ہو اور ترغیب و تشویق کا سامان بھی پیدا کرے۔ اگر ہم اجتماعی سطح پر اس شعور کو بیدار نہیں کریں گے تو انفرادی سطح پر سارا معاشرہ خود غرضی کا شکار ہو کر معاشرے اور ریاست کے افراد کے لیے ایک عذاب اور آزمائش کا درجہ اختیار کر لے گا۔ اس ضمن میں تمام حکموں کے افسران کی دوران ملازمت تربیت کے اداروں کے اغراض و مقاصد نصابات اور سرگرمیوں کی تشکیل نو کی جائے۔

اسلامی ریاست کے تمام تر شہریوں کو بلا کسی امتیاز کے تعلیم اور تحقیق کی سہولیات فراہم ہونا چاہئیں۔ ایک اسلامی معاشرہ سو فیصد خواندہ معاشرہ ہوتا ہے۔ جب تک معاشرے کے تمام افراد اعلیٰ تعلیمی، تحقیقی اور فنی صلاحیتوں سے بہرہ ور نہیں ہوں گے اس سے نہ تو معاشرہ مستحکم ہوگا اور نہ ریاست کی نشوونما میں ہی کوئی مدد ملے گی۔ تاسف کا مقام تو یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام متنوع تجربات کی بھیئت چڑھا ہوا ہے اور اس کے نصابات نظریاتی اور عصری شعور سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں دینی تعلیم سے متعلق اساتذہ اور علماء پر بھی اور کثرت فریضہ عائد ہوتا ہے۔ انہیں دین و شریعت کی اقدار عالیہ کا صرف معلم ہی نہیں، نمونہ بھی ہونا چاہیے۔ ہمارے علم اور عمل کے تضاد نے اخلاقی صورت حال کو بہت بگاڑ رکھا ہے۔ ہر نوع کے تعلیمی اداروں کو اس درجہ ترقی دی جائے اور مستحکم رکھا جائے کہ ہمارے نوجوانوں کو بہت کم بیرون ملک جانے کی ضرورت پیش آئے۔ اعلیٰ تعلیم اور فنی مہارتیں اگر اپنے ملک میں موجود نہ ہوں تو وقتی طور پر بیرون ملک کی درگاہوں سے استفادہ کرنے میں کوئی عیب نہیں مگر اسے مستقل وطیرہ بنا لینا، انحصاریت کے ناسور کو جنم دیتا ہے جس سے ہم کبھی بھی اقوام عالم میں سرفرازی کی زندگی بسر نہ کر سکیں گے۔ ہمیں ساٹھ برس کی مدت ضائع کرنے کے باوجود اولین قدم پر تعلیم و تدریس کے نظام میں اصلاح و تجدید کی ضرورت ہے۔ صرف اسی حوالے سے باقی ماندہ تمام معاشرتی اور ریاستی ذمہ داریوں میں ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔

کھرڑیا نوالہ بس سٹاپ پر کھڑا تھا۔ ان کی خبروفات کے ساتھ اس دن ان کے دو بیٹوں کی تصویریں چھپی تھیں۔ ان کا نام اور جلیہ ذہن میں رہا۔ آج ان کی والدہ محترمہ کی خبروفات پڑھ کر پرانی یادوں نے انگڑائی لی اور میں ماضی میں چلا گیا۔ جنید صاحب کا نمبر ملا مگر بات نہ ہو سکی۔ ”یہ فقیر بھی ازسرتاپا آپ کے والد گرامی کے احسانوں تلے دبا ہوا ہے۔“

آپ کے والد کے ذکر و فکر کی جلائی ہوئی کتنی شمعیں آج تک روشن ہیں اور نجانے کتنے چراغ ان چراغوں سے جلے ہیں جو سید صاحب کے اعمال حسنة اور باقیات الصالحات میں مسلسل اضافے کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔ اللہم اغفر له وارحمہ

بقیہ: مسلمانوں پر زیادتی

برائی کو ختم کرنے کے لیے اپنی کوششیں بروئے کار لائے تاکہ امت اسلامیہ میں ہر جانب عدل و انصاف اور مساوات جیسی اچھائیوں کا دور دورہ ہو اور ہم زندگی کے تمام شعبوں میں زیادتی کی برائی سے یکسر پاک ہو جائیں حتیٰ کہ پروردگار کے ساتھ ہمارا تعلق بھی زیادتی سے کلی طور پر پاک ہوتا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: (ترجمہ) ”اپنے رب کو پکارو گڑ گڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (الاعراف: 55)

اس آیت میں حد سے بڑھنے سے مراد دعا میں حد سے تجاوز کرنا ہے مثلاً غیر مسنون دعائیں کرنا، دعائیں آواز بلند کرنا اور دعائیں پر تکلف عبارت کا اہتمام کرنا، یہ سب اس زیادتی کی مختلف صورتیں ہیں جن سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ حرمت والے مہینوں اور رمضان کے ساتھ بھی ہمارا تعلق ظلم سے پاک ہوتا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں کو محترم قرار دیا اور ان کی شان بڑھائی ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبة: ۳۶) ”ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔“

اسلام سے قبل بھی عرب کے اہل عقل و دانش ان مہینوں کا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ ان مہینوں میں لڑی جانے والی جنگوں کو ”حروب التجار“ یعنی تافرانوں کی جنگ کا نام دیا کرتے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: خاندان غزنویہ کا ذکر خیر

کیونکہ مرحوم کو فوت ہوئے کافی زمانہ گزر چکا تھا۔ بیس پچیس سال پہلے کے اخبارات کہاں سے لاؤں۔ معا میرے ذہن میں خیال آیا کہ مدرسہ غزنویہ جاتا ہوں اور ان کے خاندان کے ساتھ جو پرانے تعلقات ہیں انہیں کام میں لاتا ہوں لیکن کسی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ بیٹی صاحب سے فون پر بات ہو گئی انہوں نے کہا کہ گھر جا کر اماں جان سے پوچھ لو۔ میں نے تقویۃ الاسلام کی سیرھیاں چڑھ کر دروازے پہ دستک دی تو اماں جان نے دروازہ کھولا، میں نے تعارف کرایا انہوں نے اس شرط پر تصویر مہیا کی کہ ایک دو دن میں بحفاظت انہیں لوٹادی جائے گی۔

المناک حادثہ

سید ابوبکر غزنوی کے بہاول پور یونیورسٹی کے وائس چانسلر بننے کے کچھ ہی عرصہ بعد انہیں لندن میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں جانا پڑ گیا۔ لندن پہنچنے کے چند ہی دنوں بعد روڈ ایکسیڈنٹ میں ان کی ٹانگ شدید زخمی ہو گئی۔ ان کا مقابلہ ان کی جگہ کسی اور نے پڑھا۔ مہینہ بھر تک زیر علاج رہے۔ حکیم سعید صاحب شام ہمدرد کے حوالے سے سید صاحب کے عقیدہ مندوں میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ علاج ٹھیک چل رہا تھا۔ دوران علاج بھی ذکر الہی میں ڈوبے رہتے تھے۔ طہارت کا بڑا خیال رکھتے۔ ایک دن اچانک ان کی طبیعت بہت گڑبگڑ گئی اور خالق تعالیٰ سے جا ملے۔ ان کی خبروفات سے ملک بھر میں سخت ہلچل پیدا ہو گئی۔

پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

اخبارات نے بڑے نمایاں انداز میں ان کی علالت اور پھر وفات پر خبریں شائع کیں۔ کچھ عرصہ بعد ہفت روزہ الاسلام لاہور نے سید صاحب کے احوال پر مشتمل غزنوی نمبر بھی نکالا تھا۔

این فقیر ازسرتاپا زیر منت پدرشا است

نوائے وقت نے صفحہ اول پر دوسری بڑی ہیڈ لائن کے طور پر حضرت سید ابوبکر غزنوی قدس سرہ کی خبروفات اور ان کا خاندانی تعارف شائع کیا۔ پھر جب ان کی میت پاکستان پہنچی تو اس خبر کے ساتھ لاہور ایئر پورٹ پر ان کے دو بیٹوں کو انتظار میں کھڑا دکھایا گیا۔ میں ان دنوں جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ ان کی تدفین کی خبر پڑھی تو بہت رویا۔ آج تک وہ دن بھولا نہ سید صاحب کی ادائیں بھولیں۔ نہ ان کی باتیں بھولیں اور نہ ان کی گھن گرج۔ میں اس دن فیصل آباد کے نواحی علاقے

بلت اسلامیہ پاکستان کو نہ صرف یہ کہ خود ایک مثالی کردار اپنانا ہے بلکہ اسے عالم اسلام کے لیے بالخصوص اور پوری انسانیت کے لیے بالعموم ایک نمونہ عمل پیش کرنا ہے۔ ابتدا سے ہی اس انداز میں دعوتی منصوبہ بندی کی جاتی کہ ہم اپنی مساجد، مدارس، تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ سے تعمیر اخلاق کا اجتماعی نمونہ اور نقشہ مرتب کرتے تو آج معاشرے میں جو اخلاق باختگی، تعلیمی بے مقصدیت، معاشی استحصال، تحقیقی افلاس، معاشرتی انحطاط، ایمانی قحط اور روحانی ارباب دکھائی دے رہا ہے، اس کی یہ نوبت نہ ہوتی۔ قوم ایک بے حسی کا شکار اور اس کے ہر نوع قائدین باستثنائے چند فکر و تدبیر سے محروم اور ان کا عمل اخلاص سے عاری دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے ہاں دعوت و تبلیغ کے عنوان سے بڑی بڑی تنظیمیں بنائی گئی ہیں ان کے ساتھ بلا مبالغہ ہزاروں اور لاکھوں معتقدین شامل ہیں مگر صورت حال کی تبدیلی کے کوئی نمایاں آثار دکھائی نہیں دیتے۔ بلکہ اگر ہم حقیقت پسندی سے جائزہ لیں تو ہماری ایمانی، اخلاقی اور روحانی صورت حال کا گراف بدستور گر رہا ہے۔ یہ غور و فکر کا مقام ہے کہ کہیں ایسا اہل دین کی بے بصیرتی، فکری جمود، انفرادی و مسلکی اتانوغت اور اپنی دینی تگ و دو کو پیشہ وارانہ سرگرمی سمجھنے کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام دعوتی اور تبلیغی تحریکوں اور تنظیموں میں بہت مخلص اور دردمند اصحاب فکر اور ارباب دانش موجود ہیں وہ اس صورت حال کی تبدیلی کے لیے دل سے خواہاں اور بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے بھی آمادہ ہیں مگر اس سب کے باوجود صورت حال کی ابتری جوں کی توں کیوں ہے؟

آئیے! اپنے ماضی کی روایات پر کڑی تنقیدی نظر ڈالیں، حال کے دینی، شرعی، اخلاقی اور دعوتی تقاضوں کو سمجھیں اور مستقبل کے مستقل لائحہ عمل کی تیاری کے لیے ایک نئے جذبہ و عمل کی قوت کے ساتھ اپنی روح عصر کو سمجھتے ہوئے ایک شعوری کوشش کریں۔ آج کی دنیا جو ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے، اس میں دعوت دین کے تقاضے تو وہی رہیں گے مگر اس کے وسائل اور مناجات تبدیل ہونا ضروری ہیں۔ ہم قم باذن اللہ اور کونوا انصار اللہ کی صدا بلند کرتے ہیں۔



پنجہ یہود میں جکڑی مقدس سرزمین

ترجیہ: جناب محمد عاصم حفیظ

مشتمل تاریخی آثار بھی شامل ہیں۔ احاطہ مسجد اقصیٰ کے قلب کی حیثیت گنبد صحرہ کو حاصل ہے جس کو قبتہ الصخرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سنہری عمارت اسلامی فن تعمیر کا حسین نمونہ ہے۔ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی عمارت اور گنبد صحرہ کی عمارت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مسجد اقصیٰ اسرائیل کے قیام کے بعد یہودیوں کی سازشوں کا شکار ہے۔ اسرائیل کی جانب سے اس مسجد میں عبادت کرنے پر متعدد پابندیاں عائد ہیں۔ متعدد بار مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔ یہودی اس جگہ پیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے مسجد کو شہید کرنے کے لئے سازشیں کرتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کی حفاظت فلسطینی اور عرب عوام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

ارض فلسطین پر قبضے کا خواب یہودی ہمیشہ سے ہی دیکھتے آئے ہیں تاہم ماضی میں مسلمان اور عیسائی فوجی طاقتوں کے باعث یہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ ماضی میں رومی، عراقی اور دیگر قومیں ارض فلسطین کی حاکم رہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت عیسائی حکمران تھے۔ اس کے بعد سے ارض فلسطین پر ہمیشہ مسلمانوں کی اکثریت رہی۔ صلیبی جنگوں کے دوران کچھ عرصہ دوبارہ عیسائیوں کا قبضہ ہوا لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے آزاد کر لیا۔ بعد ازاں فلسطین چار صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہا۔ یہودی جو کہ اپنی شراکریوں اور مختلف حکمرانوں کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے مختلف ممالک میں بٹے ہوئے تھے انہوں نے سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں 1897ء کے اجلاس میں عالمی صیہونی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اسی تنظیم کے قیام سے ہی یہودیوں میں ایک بار پھر ارض فلسطین پر قبضے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس تحریک کا بانی تھیوڈر ہرزل تھا۔ یہودیوں کی اس صیہونی تنظیم نے اسرائیل کے قیام کے لئے لڑچک تیار کرنا شروع کیا جبکہ معروف پروٹوکولز بھی بنائے گئے۔ فلسطین میں صنعت، زراعت اور دیگر مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ زمین کے حصول کے منصوبے بنائے گئے۔ صیہونی تنظیم کا دوسرا اجلاس بھی باسل میں ہی ہوا جس میں پہلے سے بھی زیادہ مندوبین شریک تھے جبکہ

دیا ہے۔ اب فلسطین کے لیے دنیا میں شاید ہی کوئی آواز بلند ہوتی ہو۔ دو سال قبل بھی غزہ پر بدترین حملوں میں اسرائیل نے کیمیائی ہتھیار استعمال کیے، اقوام متحدہ کی عمارتوں پر بمباری کی، بچوں کے سکول تباہ کر دیئے جبکہ سینکڑوں گھروں کو مٹی کے ڈھیر بنا دیا۔

اس مضمون میں ہم مسئلہ فلسطین کی تاریخی اہمیت اور اس حوالے سے ہونیوالے تاریخی واقعات کا جائزہ لیں گے تاکہ امت مسلمہ کو قبلہ اول کی حفاظت کا بھولا ہوا فریضہ یاد کرایا جاسکے۔ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ میں شامل ہے۔ مسجد نبوی ﷺ، مسجد الحرام بیت اللہ شریف اور مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے سفر کرنا باعث اجر و ثواب بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے معراج کے موقع پر مسجد اقصیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کے 40 سال بعد اس دوسرے خانہ خدا کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ارض فلسطین کی طرف ہجرت کے بعد مسجد اقصیٰ کی بنیادیں از سر نو اٹھا کر اسے اپنے مبارک ہاتھوں سے دوبارہ آباد کیا۔ ان کے بعد حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور پھر حضرت سلیمان نے بھی بیت المقدس کی تعمیر نو کی۔ چھ سو چھتیس عیسویں میں حضرت عمر بن خطابؓ اور اس کے بعد سات سو پندرہ عیسوی کے اموی دور حکومت میں مسجد اقصیٰ کی توسیع کی گئی۔ مسجد اقصیٰ مقبوضہ بیت المقدس شہر کے جنوب مشرق میں وسیع احاطہ پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ چوالیس ہزار مربع میٹر ہے۔ مسجد اقصیٰ کے چودہ دروازے تھے تاہم صلیبی جنگوں کے دوران جب صلاح الدین ایوبی نے اس مسجد کو آزاد کروایا تو اس کے چار دروازوں کو بعض وجوہات کی بناء پر بند کر دیا۔ مسجد اقصیٰ کے چار مینار ہیں اور اس کا احاطہ متعدد عمارتوں سے ملکر تشکیل پاتا ہے۔ جن میں محرابیں، منبر، بارہ دریاں، چبوترے اور کنوئیں وغیرہ پر

غزہ ایک بار پھر اسرائیلی بربریت کا شکار ہے۔ ظالم اسرائیلی افواج کے فضائی اور زمینی حملوں میں معصوم فلسطینی بچوں سمیت سینکڑوں افراد کو شہید کر دیا گیا ہے۔ امریکی پشت پناہی اور اقوام متحدہ کی خاموش حمایت کے باعث اسرائیل نہتے فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ پچاس سے زائد مسلمان ممالک بھی اس سلسلے میں محض خاموش تماشا کی کار کردار ادا کر رہے ہیں۔ تین اسرائیلی باشندوں کی لاشیں ملنے پر شروع ہونیوالی یہ کشیدگی اب تک سینکڑوں فلسطینی مسلمانوں کو شہید کرنے اور ہزاروں کو زخمی کرنے کے ساتھ ساتھ کروڑوں روپے کی املاک کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ حماس نے واضح طور پر ان اسرائیلی باشندوں کے قتل سے انکار کیا لیکن اس کے باوجود اسرائیلی فوج نے شدید حملے شروع کر دیئے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسرائیل نے ان باشندوں کی ہلاکت کو محض ایک بہانے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ارض فلسطین کے باسیوں کی آزمائش دوسری جنگ عظیم کے بعد سے ہی جاری ہے۔ برطانیہ اور دیگر مغربی طاقتوں کے بل بوتے پر بننے والی نام نہاد ریاست اسرائیل نے گزشتہ ساٹھ سال سے اس دھرتی کے باسیوں کا جینا دو بھر کر رکھا ہے۔ ان نہتے لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا جاتا ہے، ہنتے بستے گھر اجاڑ دیئے جاتے ہیں، زرعی زمینیں چھین لی گئی ہیں۔ شاید ہی تاریخ انسانی کا کوئی ایسا ظلم نہ ہو جو ان مسلمانوں پر نہ ڈھایا گیا ہو اور شاید اسی لیے غزہ کو دنیا کی سب سے بڑی جیل قرار دیا جاتا ہے۔ اسرائیلی طیارے اور ٹینک آئے روز بمباری کر کے یہاں کے باسیوں کو خون میں نہا دیتے ہیں۔ امریکی آئیر باڈ سے اسرائیل یہاں خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ عربوں کے ساتھ اس کی جنگیں بھی ہوئیں تاہم اب صورتحال یہ ہے کہ امریکہ نے اقوام متحدہ کی آڑ میں، معاشی تعاون کے لالچ میں اور فوجی طاقت کے بل بوتے پر عربوں کو اس مسئلے سے لائق کر کے رکھ

1899 میں ہونیوالے تیسرے اجلاس کے دوران اسرائیل کے قیام کے ناپاک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ”جیوش امپیریل بینک“ بنایا گیا جس کے لئے تمام یہودی سرمایہ داروں نے بھرپور فنڈز فراہم کئے۔ اس بینک اور جیوش نیشنل فنڈ کی بدولت یہودیوں نے فلسطین میں خفیہ طریقے سے زمینیں خریدنا شروع کیں۔ 1890 تک فلسطین میں صرف 12000 یہودی آباد تھے جو کہ چند سالوں کے اندر 80 ہزار ہو گئے۔ دنیا کے ہر حصے میں موجود یہودیوں نے علیحدہ صیہونی ریاست کے قیام کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنا لیا۔ اس دوران یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ کے سلطان عبدالحمید کو باقاعدہ آبادکاری کی درخواست بھی دی۔ سلطان کے انکار پر یہودیوں نے 1901 میں سلطنت عثمانیہ کے تمام قرضے ادا کرنے، فوجی دستے کو تیار کرنے کے لئے فنڈز کی فراہمی اور ساڑھے تین کروڑ دینار قرض فراہم کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن ان کی یہ کوشش بھی رایگاں گئی اور سلطان نے ارض فلسطین میں زیارت کے لئے آنیوالے یہودیوں کے تین ماہ سے زائد رکنے پر پابندی عائد کر دی۔ اب یہودیوں کی سازشوں کا نشانہ سلطنت عثمانیہ تھی۔ ترکی پر 1911ء میں جنگ طرابلس اور اگلے ہی سال 1912ء میں جنگ بلقان مسلط کی گئی۔ سلطنت عثمانیہ کو جنگ عظیم اول میں الجھایا گیا۔ اس دوران برطانیہ نے عرب ریاستوں کو سلطنت عثمانیہ کے خلاف ابھارا۔ شریف مکہ کو ساتھ ملا کر ترک افواج کو حجاز سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ برطانیہ نے صیہونی تنظیم سے 2 نومبر 1917ء کو بدنام زمانہ خفیہ معاہدہ کیا۔ اسے تاریخ میں اعلان بالفور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہودی سرمایہ دار اور بینک آف انگلینڈ کے بانی روتھ شیلڈ نے اس خفیہ دستاویز پر دستخط کئے۔ اس معاہدے کی رو سے یہودیوں نے برطانیہ کی بھرپور مالی امداد کی جس کے عوض انگریزوں نے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کرنے کا وعدہ کیا۔ یہودیوں کی شہ پر برطانوی فوج فلسطین پر حملہ آور ہوئی اور دسمبر 1917ء میں بیت المقدس برطانیہ کے زیر تسلط چلا گیا۔ مصر، شام، عراق اور دیگر عرب ریاستوں کی علیحدگی کے باعث سلطنت عثمانیہ ٹوٹ گئی۔ یہ تاریخ کا

اہم ترین موڑ تھا۔ برطانیہ نے ایک ہی وقت میں دو الگ الگ معاہدے کئے۔ عربوں کو آزادی اور خود مختاری کا جھانہ دیا گیا جبکہ یہودیوں سے اسرائیل کے قیام کا۔ فلسطین پر برطانوی قبضے کے بعد معاہدے کے مطابق یہودیوں کی آبادکاری شروع ہو گئی۔

دقیق طور پر تاج برطانیہ نے جنگ جیتنے کے بعد عرب ممالک کی سرحدوں کا اعلان کر دیا تاہم سرزمین فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے گریز کیا۔ فلسطین میں موجود صرف چھ فیصد یہودیوں کی خاطر چورانوے فیصد فلسطینیوں کو الگ ریاست کے حق سے محروم رکھا گیا۔ کیونکہ یہودیوں کی تعداد کم تھی اس لئے ”لیگ آف نیشنز“ کے ذریعے فلسطین کا کنٹرول مزید بیس سال کے لئے برطانیہ کو دے دیا گیا۔ انگریز افواج نے اس دوران فلسطینیوں کی آزادی کی تحریک کو سختی سے کچل دیا۔ صیہونیوں تنظیم کی ایک یہودی ریاست کے قیام کی منزل واضح ہو چکی تھی، برطانیہ کی بھرپور حمایت کی بدولت یہودیوں کی آبادکاری میں تیزی آ گئی۔ ان بیس سالوں کے دوران چھ لاکھ سے زائد یہودیوں کو دنیا بھر سے لا کر فلسطین میں بسایا گیا۔ 1925ء میں شیخ عبدالدین القسام نے فلسطین کی آزادی اور یہودیوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کے خلاف الحریکۃ الجھادیۃ الاسلامیۃ کی بنیاد رکھی۔ 1929ء تک فلسطین میں یہودیوں کا اثر و رسوخ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ انہوں نے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی کوشش بھی کی۔ 17 دسمبر 1931ء کو مفتی القدس الحاج امین الحسینی کی قیادت میں الموتر الاسلامی منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کے اہم رہنماؤں نے شرکت کی۔ مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ اقبال بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو ارض فلسطین میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی آبادکاری سے پیدا ہونیوالے خطرات سے آگاہ کیا گیا۔ اس دوران فلسطینیوں کی جانب سے آزادی اور یہودیوں کی بڑھتی ہوئی بالادستی کے خلاف جدوجہد بھی جاری رہی۔ 1940ء تک ایک طرف تو یہودی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت آباد ہوتے رہے اور دوسری جانب فلسطینی اپنی آزادی کے لئے قربانیاں دیتے رہے۔ اسی دوران جنگ عظیم دوم کا آغاز

ہو گیا اور دنیا کی توجہ جنگ کی تباہ کاریوں کی جانب ہو گئی۔ 1945 میں جب جنگ عظیم دوم ختم ہوئی تو ارض فلسطین پر یہودیوں کی آبادی چھ لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ جنگ کے بعد لیگ آف نیشنز کی جگہ اقوام متحدہ کا ادارہ تشکیل پایا جسے اب فلسطین کا مسئلہ حل کرنا تھا۔ برطانوی استعمار اپنی آخری سانس لے رہا تھا اور اس کے لئے ہندوستان اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں اپنا قبضہ برقرار رکھنا مشکل تھا۔ برطانیہ نے خود فلسطین کو آزاد کرنے کی تجویز پیش کر دی اور اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کے سپرد کر دیا۔ مسئلہ فلسطین کی قسمت کے حوالے سے جنرل اسمبلی میں 29 نومبر 1947ء کو قرارداد پیش ہوئی اور امریکہ، برطانیہ اور یہودیوں نے دھمکی، لالچ اور طاقت جیسے جھکنڈے استعمال کر کے فلسطین کو تقسیم کرنے کی قرارداد منظور کرائی۔ اس موقع پر اقوام متحدہ کے چارٹر کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی۔ دو مرتبہ دو ٹوک صرف اس لئے ملتوی کر دی گئی کیونکہ مطلوبہ ووٹ ملنے کی امید نہیں تھی۔ اس قرارداد کی رو سے صرف 6 فیصد رقبے کی ملکیت رکھنے والے یہودیوں کو فلسطین کی 54 فیصد زمین کا مالک بنا دیا گیا۔ یہودیوں نے 14 مئی 1948ء کو فلسطین سے برطانیہ کے انخلا کے صرف سات گھنٹے بعد اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ امریکہ نے دس منٹ اور روس نے پندرہ منٹ بعد اس ریاست کو تسلیم کر لیا۔ اسی دن پہلی عرب اسرائیل جنگ کا آغاز ہوا۔ شام، اردن، عراق، لبنان اور مصر کی فوجیں فلسطین میں داخل ہو گئیں۔ عربوں نے انتہائی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن عرب افواج برطانوی استعمار میں رہنے کی وجہ سے کچھ زیادہ منظم نہیں تھیں۔ اقوام متحدہ اور بڑے ممالک نے مارچ 1949ء میں جنگ بندی کرا دی۔ اس جنگ کے بعد فلسطین کا 78 فیصد رقبہ اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا، غزہ کے علاقے پر مصر، مغربی کنارے اور بیت المقدس پر اردن اور جولان کے پہاڑی علاقے پر شام کا قبضہ ہو گیا۔ یہودیوں نے اس موقع پر مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام کیا اور دس لاکھ سے زائد فلسطینی بے گھر کر دیئے گئے۔ اقوام متحدہ نے ابھی تک اسرائیل کو رکن نہیں بنایا تھا اور شرط عائد گئی تھی کہ تمام فلسطینیوں کو ان کے آبائی گھروں

میں جانے کی اجازت دی جائے تاہم عالمی ادارہ اپنا یہ وعدہ بھی پورا نہیں کر سکا اور 11 مئی 1949ء کو اسرائیل کو باقاعدہ رکنیت دے دی گئی۔ فلسطینی ہمسایہ ممالک میں مہاجر کیپیوں میں رہنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ مصر کی حمایت سے فلسطین میں آزادی کی تحریکوں کی بنیاد رکھی گئی۔ یاسر عرفات کی الفتح تنظیم نے اپنی عسکری سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ الفتح نے اسرائیل پر کئی فذائی حملے کئے اور اس کے مفادات کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔

مصر کی جانب سے 26 جولائی 1956ء کو نہر سوئز کو قومی ملکیت میں لینے کے فیصلے سے مغربی ملکوں اور اسرائیل میں تہلکہ مچا دیا کیونکہ نہر سوئز اس وقت برطانیہ اور فرانس کی ملکیت میں تھی۔

برطانیہ اور فرانس نے مصر کے اس فیصلے کے خلاف اسرائیل کے ساتھ مل کر سازش کے تحت 29 اکتوبر 1956ء کو اسرائیل کے ذریعے مصر پر حملہ کر دیا جس کے دوران اسرائیل نے جزیرہ نما سینا پر قبضہ کر لیا۔ اگلے ہفتے برطانیہ اور فرانس نے بھی نہر سوئز کے علاقے میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ برطانیہ اور فرانس کی اس جارحانہ کارروائی کا دنیا بھر میں شدید رد عمل ہوا، امریکہ نے بھی پرزور مذمت کی اور روس نے مصر کو کھل کر امداد دینے کا اعلان کیا۔ رائے عامہ کے اس دباؤ کے تحت برطانیہ اور فرانس کو اپنی فوجیں واپس بلانا پڑیں اور اسرائیل نے بھی جزیرہ نما سینا خالی کر دیا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کے دستے مصر اور اسرائیل کی سرحد پر متعین کر دیئے گئے تاکہ طرفین ایک دوسرے کے خلاف جنگی کارروائی نہ کر سکیں۔ غیر ملکی افواج کے کامیاب انخلا سے ناصر عرب دنیا میں ہیرو اور فاتح کی حیثیت سے ابھرے۔ اسرائیلی قیادت کو اس بات کا شدید رنج تھا۔ اسرائیل نے ایک بار پھر عرب ممالک کے خلاف جارحیت کا منصوبہ بنایا اور جون 1967ء میں بغیر کسی اعلان جنگ کے اچانک مصر پر حملہ کر دیا اور مصر کا بیشتر فضائی بیڑہ ایک ہی حملے میں تباہ کر دیا۔ مصری فوج جنگ کے لئے تیار نہ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 6 دن کی اس جنگ میں اسرائیل نے نہ صرف باقی فلسطین سے مصر اور اردن کو نکال باہر کیا بلکہ شام میں جولان کے پہاڑی علاقے اور مصر کے پورے جزیرہ

نمائے سینا پر بھی قبضہ کر لیا اور مغربی بیت المقدس پر بھی اسرائیلی افواج کا قبضہ ہو گیا۔ نہر سوئز بھی بند ہو گئی۔ ہزاروں مصری فوجی قیدی بنائے گئے اور روسی اسلحہ اور ٹینک یا تو جنگ میں برباد ہو گئے یا اسرائیلیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ عربوں نے اپنی تاریخ میں کبھی اتنی ذلت آمیز شکست نہیں کھائی ہوگی اور اس کے اثرات سے ابھی تک عربوں کو نجات نہیں ملی۔ اس جنگ میں پاکستانی فضائیہ نے بھی شرکت کی اور کئی اسرائیلی طیاروں کو تباہ کیا۔ بعض ماہرین کے مطابق اسرائیل کی پیش قدمی رکنے کی بڑی وجہ بھی پاکستانی فضائیہ کے حملے تھے۔ اس جنگ کے بعد اسرائیل کے رقبے میں چار گنا اضافہ ہو گیا اور اس نے زبردستی چار لاکھ کے قریب فلسطینیوں کو بے گھر کر دیا۔ اسرائیل نے مقبوضہ علاقے کی اسلامی شناخت مٹانے کے لئے کوششیں تیز کر دیں۔ پانچ سو سے زائد دیہات کو ملیا میٹ کر کے ان کی جگہ یہودی بستیوں تعمیر کر دی گئیں۔ اس دوران مزید بیس لاکھ کے قریب یہودی امریکہ، یورپ اور دیگر ممالک سے آکر اسرائیل میں آباد ہو گئے۔ 1973ء میں ایک بار پھر مصر اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی۔ لیکن اس کے بعد عرب ممالک نے عالمی طاقتوں کے کہنے پر اسرائیل کو تسلیم کرنا شروع کر دیا اور ان کی جانب سے فلسطینیوں کے حمایت یکسر ختم ہو گئی۔ مصر نے نہر سوئز کو بحال کرنے کی خاطر اسرائیل سے شرمناک معاہدے کئے۔ فلسطینیوں کی تحریک آزادی اور الفتح کی کارروائیوں سے نمٹنے کے لئے اسرائیل نے متعدد بار جارحیت کا ارتکاب کیا۔ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لئے بھی شرمناک حربے استعمال کئے جانے لگے۔ صرف دو سال بعد ہی مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کا بدترین واقعہ پیش آیا۔ اسرائیل نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسجد کے بڑے حصے کو آگ لگائی جبکہ اس علاقے کو پانی کی سپلائی بھی بند کر دی۔ ہزاروں مسلمان مرد، خواتین اور بچوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر آگ بجھائی۔ اسی واقعے کے نتیجے میں مسلم ممالک کی عالمی تنظیم او آئی سے بنائی گئی۔ 1978ء میں مصر نے امریکی دباؤ پر اسرائیل کے ساتھ بدنام زمانہ کمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا۔ 1982ء میں اسرائیلی افواج نے لبنان پر صرف اس وجہ سے حملہ کیا کیونکہ وہاں فلسطینی تحریک آزادی کے دفاتر موجود تھے۔ یہودی افواج کی

نگرانی میں لبنان کے مسیحی مسلح گروہوں نے فلسطینیوں کے مہاجر کیپیوں صابرہ اور شتیلا میں خوزریزی کی بدترین واردات کی جس کے نتیجے میں تین ہزار سے زائد معصوم مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ اب فلسطینی عرب ممالک کی حمایت کے بغیر بالکل بے یار و مددگار ہو گئے۔ اسرائیل نے ایک طرف تو بڑی تعداد میں یہودی بستیوں کی تعمیر شروع کر دی، مغربی کنارے کے فلسطینی علاقے کے گرد فصیل بنا ڈالی جبکہ دوسری جانب غزہ پر حملوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مغربی کنارہ اور غزہ۔ اسی عرصے میں ایران عراق جنگ کے باعث مسلم ممالک فلسطینی مسئلے پر کچھ زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ یاسر عرفات کی تنظیم الفتح بھی عسکری کارروائیوں کی بجائے مذاکرات کی طرف توجہ دینے لگی اور اس کا واحد مقصد فلسطین میں ایک بااختیار انتظامیہ کا قیام ہو گیا۔ عالمی طاقتوں کے دباؤ پر یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1988ء میں اقوام متحدہ نے ایک قرارداد کے ذریعے فلسطین کو تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح پہلی مرتبہ فلسطینی انتظامیہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ اسی دوران عرب ممالک کے رویے سے دلبرداشتہ ہو کر فلسطینی نوجوانوں نے جہادی تنظیموں کی بنیاد ڈالی جن میں سب سے اہم حماس تھی۔ یاسر عرفات اور اسرائیل کے درمیان خفیہ مذاکرات کے بعد 1993ء میں معاہدہ اوسلو سامنے آیا۔ اس شرمناک معاہدے کے تحت الفتح نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ 77 فیصد رقبہ یہودیوں کو دینے پر بھی آمادگی ظاہر کر دی۔ اسی معاہدے کے تحت اسرائیلی افواج اگلے ہی سال 1994ء میں غزہ سے نکل گئیں۔ اسرائیل کے نکلنے ہی غزہ میں حماس کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا اور اسرائیل کے خلاف پہلے اشتقاقہ میں تیزی آ گئی۔ اس مزاحمتی تحریک کے دوران فلسطینی مجاہدین نے اسرائیل کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ فذائی حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے خوف کی فضاء بنا دی گئی۔ اسرائیل کے لئے یہ ایک مشکل وقت تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے الفتح کے ساتھ مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کی مزاحمت کو کچلنے کے لئے ہر قسم کے ظالمانہ حربے استعمال کئے۔ ہزاروں فلسطینیوں کو شہید کر دیا گیا،

ہر طرف مسلمانوں کی لاشیں گریں اور پھر وہیں سے انتفاضہ دوم کا آغاز ہوا جو کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جاری ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیلی انتظامیہ کی جانب سے مسجد اقصیٰ کے چاروں اطراف کھدائی کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ مسجد کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جا رہا ہے۔ جس سے خطرہ ہے کہ مسجد کی عمارت کسی بھی لمحے گر سکتی ہے۔ کئی سرنگیں دریافت ہو چکی ہیں جو کہ مسجد اقصیٰ کے ارد گرد کھودی گئی ہیں۔ مسئلہ فلسطین ابھی تک حل طلب ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتیں مظلوم مسلمانوں کو ان کا حق دلانے میں ناکام رہی ہیں۔ اسرائیل کو امریکہ اور دیگر ممالک ہر سال اربوں ڈالر امداد دیتے ہیں تاکہ یہ ناجائز ریاست اپنا وجود برقرار رکھ سکے۔ فلسطینیوں کے پاس ابھی تک کوئی باقاعدہ عالمی پہچان نہ ہے۔ 2011 میں فلسطینی اتھارٹی نے ایک آزاد ریاست کے طور پر اقوام متحدہ کی رکنیت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن امریکہ اور دیگر ممالک کی جانب سے اسے ناکام بنا دیا گیا۔ عالم اسلام کے ممالک بڑی طاقتوں کے دباؤ پر اس مسئلے سے الگ ہو چکے ہیں جبکہ عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ معاہدوں اور مفادات کے شکنجے میں جکڑے ہیں جن کے ہاں اب مظلوم فلسطینیوں کے حق کے لئے آواز اٹھانا ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسرائیل کے قبضے اور عالمی طاقتوں کی جانب سے لالچ، طاقت اور سازشوں کے باوجود ابھی تک مسلمانوں کے دل سے اس خطہ ارضی کی محبت نکالی نہیں جاسکی۔ حکومتوں کی بجائے عوامی تحریکیں اب فلسطینیوں کی حمایتی ہیں۔ عالمی امن کے لیے ضروری ہے کہ مسئلہ فلسطین کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو اس کے باعث دنیا بھر کا امن و امان تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ناظم اعلیٰ پنجاب کی سعودی عرب سے مراجعت

لاہور۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے ناظم اعلیٰ میاں محمود عباس گزشتہ روز سعودی عرب سے وطن واپس پہنچ گئے۔ اپنے قیام کے دوران انہوں نے عمرہ کی سعادت سمیت جماعتی تبلیغی پروگرامز میں شرکت اور جماعتی ذمہ داران اور شیوخ سے ملاقاتیں کیں۔ علامہ اقبال ایئر پورٹ پر جماعتی احباب اور عزیز واقارب نے ان کا استقبال کیا۔ منجانب: عبدالرحیم قریشی، ناظم دفتر پنجاب

کرتے ہیں۔ تاریخی روایات کے مطابق جو عمارت ہیکل سلیمانی کے نام سے منسوب کی جاتی ہے وہ دراصل مسجد اقصیٰ ہی تھی جسے حضرت سلمان نے تعمیر کیا۔ یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہنے لگے۔ مسجد اقصیٰ کے یہودی قبضے میں چلے جانے کے بعد ان سازشوں میں تیزی آئی ہے۔ مسجد اقصیٰ کو نقصان پہنچانے کے لئے 1948ء میں یہودیوں کے ایک مسلح گروہ نے مسجد اقصیٰ کے احاطے میں 55 بم گرائے تھے۔ اس کے بعد مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کا المناک حادثہ پیش آیا۔ جولائی 1969ء میں ایک باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسجد کے بڑے حصے کو آگ لگا دی گئی۔ اس سے مسجد اقصیٰ کے کئی حصے اس آگ سے متاثر ہوئے جن میں مسجد عمر، منبر صلاح الدین ایوبی، محراب زکریا، مسجد کے دو مرکزی ستون، اندرونی گنبد اور محراب کو نقصان پہنچا جبکہ مسجد کے اندر موجود خطاطی کے خوبصورت نمونے، بیش قیمت قالین اور قیمتی ساز و سامان بھی جل گیا۔ اسرائیلی انتظامیہ نے ایک سازش کے تحت اس روز مسجد کو پانی کی سپلائی بھی بند رکھی تاکہ آگ کو بجھایا نہ جاسکے لیکن ہزاروں مسلمان مرد، خواتین اور بچوں نے کئی گھنٹوں کی انتھک محنت کے بعد اس آگ پر قابو پا لیا۔ 1982 اور 1983 میں مسجد اقصیٰ کے مسلم گارڈز نے دو بڑے بڑے پارسل پکڑے جن کے اندر ٹائم بم نصب کئے گئے تھے۔ 1984 میں بھی ایک سرپھرے یہودی گروہ نے مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی جنہوں نے ہاتھوں میں دستی بم اٹھا رکھے تھے جبکہ ان کے پاس چھ تھیلے بارود کے بھرے بھی موجود تھے۔ 1986 میں اسرائیلی فضائیہ کے ایک پائلٹ نے مسجد اقصیٰ کو میزائلوں سے اڑانے کی کوشش کی تاہم قدرت نے مسجد کو محفوظ رکھا۔ 1990 میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد رکھنے مسجد اقصیٰ پر حملہ آور ہوئی۔ مسلمانوں کی مزاحمت پر اسرائیلی افواج نے فائرنگ کر کے 23 نیپے فلسطینیوں کو شہید کر دیا۔ 28 ستمبر 2000 کو سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایرل شیرون کی زیر قیادت دو ہزار یہودی مسجد اقصیٰ کو منہدم کرنے کے لئے آئے۔ اس یہودی جتھے نے زبردستی مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے کی کوشش کی تاہم سینکڑوں مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر اس حملے کو ناکام بنا دیا۔ بیت المقدس میں

حماس یا کسی اور جہادی تنظیم کے ساتھ تعلق کی بنا پر سینکڑوں گھرانوں کے مکانات سمار کر دیئے گئے۔ 1995ء میں فلسطینی نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کی پاداش میں اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد فلسطینی عوام کی طاقت و دھمکیوں میں واضح طور پر تقسیم ہو گئی۔ مغربی کنارے میں الفتح اور غزہ میں حماس کا اثر و رسوخ چلتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ معاہدوں اور مسلح جدوجہد ختم کرنے کے باعث الفتح کو عالمی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور اسی کو عالمی فورمز پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ حماس کی مسلح جدوجہد اور اسرائیل مخالف نظریات کے باعث غزہ اسرائیل کے ظلم و ستم کا شکار ہے۔ حماس کی جانب سے سن 2000 میں بھی مزاحمتی تحریک کا آغاز کیا گیا۔ اس تحریک کا آغاز اسرائیل کی لیکوڈ پارٹی کے سربراہ سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایرل شیرون کے ہمراہ دو ہزار سے زائد یہودیوں کا مسجد اقصیٰ پر حملے کے بعد ہوا۔ غزہ بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ چالیس کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سرحد مصر کے ساتھ ملتی ہے۔ تین اطراف اسرائیل ہے۔ غزہ کی آبادی پندرہ لاکھ سے زائد ہے اور اسے دنیا کی سب سے بڑی جیل کہا جاتا ہے کیونکہ یہ علاقہ مسلسل اسرائیل کے محاصرے میں ہے۔ اس کی ایک تہائی سے زائد آبادی یعنی پانچ لاکھ افراد مہاجر کیمپوں میں مقیم ہیں۔ غزہ میں غذائی اجناس اور ادویات کی فراہمی اسرائیلی اجازت کی مرہون منت ہے۔ اسرائیل کی جانب سے متعدد بار غزہ پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی جبکہ فضائی بمباری اور ڈرون حملے بھی لاتعداد مرتبہ کئے گئے جن میں اب تک ہزاروں فلسطینی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ حماس اور اسرائیل کے درمیان 2009 میں پہلی مرتبہ جنگ بندی کا معاہدہ بھی ہوا تاہم اسرائیل متعدد بار اس کی خلاف ورزی کر چکا ہے۔

ارض فلسطین کے خلاف یہودی سازشوں، جنگوں اور دیگر واقعات کے ساتھ ساتھ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لئے کی جانے والی یہودی کوششوں کے متعلق جاننا بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہودی تاریخ میں متعدد بار یہ کوشش کر چکے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو منہدم کر کے اس مقام سے مسلمانوں کی عقیدت کی بنیادی وجہ ہی ختم کر دی جائے۔ یہودی اس جگہ پر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا پروپیگنڈا

انہیں تلوار سے نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ایک ایلیچی کا قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے: ”وَلَمْ يُقْتَلْ لِرَسُولِ اللَّهِ رَسُولٌ غَيْرُهُ“ ”حادث کے علاوہ آپ کے کسی ایلیچی کو قتل نہیں کیا گیا۔“

سفروں اور قاصدوں کا قتل ہر دور میں نہایت برا اور معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مہذب معاشرے میں ان کا قتل اعلان جنگ کے برابر ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب حادث کے قتل کی خبر ملی تو آپ پر یہ خبر نہایت گراں گزری۔ آپ نے اپنے ایلیچی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے فوجاً تین ہزار کا لشکر تیار کرنے کا حکم دیا؛ چنانچہ تین ہزار کا لشکر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ غزوہ خندق کے علاوہ کسی جنگ میں ابھی تک مسلمان فوج کی تعداد تین ہزار تک نہ پہنچی تھی۔ اس لشکر کا سپہ سالار آپ ﷺ نے اپنے محبوب صحابی زید بن حارثہ کو بنایا۔ کبھی یہ غلام تھے مگر ان کو آپ نے آزاد کر دیا تھا۔ سیدنا زید کا تعلق عرب کے مشہور قبیلے بنو کلب سے تھا۔ دومۃ الجندل کے قرب و جوار میں بسنے والا یہ قبیلہ زمانہ جاہلیت میں بڑا جانناز اور بہادر تھا۔ سیدنا زید بن حارثہ بہترین کمانڈر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کمانڈر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو کمانڈر عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ آج ہم اس تیسرے مرد مجاہد کی بات کریں گے جس کی تربیت قرآن کریم نے کی، جسے اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے بے حد پیار تھا۔ آج ہم ان کے حالات زندگی پر غور کریں گے تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھی جن کی آپ ﷺ نے اور قرآن نے تربیت کی وہ کس قسم کی شخصیات تھیں۔ ہمیں یہ ماننے میں فخر اور شرح صدر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ہر ساتھی نہایت لائق اور بااعتماد ساتھی تھا، مگر بعض شخصیات ایسی تھیں جن میں غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے بہت ہی قریب تھے۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ کا تعلق مدینہ کے انصار سے تھا اور یہ بنو خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ اسلام لانے سے پہلے یہ شاعر تھے بڑے فی البدیہ اشعار کہتے۔ خصوصاً اپنے اشعار میں دشمنوں کی خوب بھوکرتے۔ اس زمانے میں اس قسم کے شاعروں کی بڑی قدر و منزلت تھی جو دشمن کا شاعری میں

جناب مولانا
عبدالملک مجاہد

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

شہر ہے۔ ”الجوف“ کے علاقے سے رومن ایمپائر کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ سیکڑوں میل تک کا یہ علاقہ رومیوں کے زیر اثر تھا۔ اردن کا علاقہ جو بیت المقدس کے قرب و جوار میں ہے، بقاء کا علاقہ کہلاتا تھا۔ یہاں سے بیت المقدس کوئی سو سے سوا سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

آٹھ ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے ایک ساتھی حارث بن عمیر ازدی کو اپنا خط دے کر حاکم بصری کے پاس بھجواتے ہیں۔ اس خط میں آپ نے حاکم بصری کو اسلام لانے کی دعوت دی تھی۔

بصری شام کا بڑا مشہور شہر ہے، اللہ کے رسول ﷺ بچپن میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اس زمانے میں یہ شہر بڑا تجارتی مرکز تھا۔ یہ صدیوں پرانا شہر پورے علاقے میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ رافم الحروف کو یہ شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ اردن اور شام کی سرحد کے قریب ہے۔ یہ شام کا معروف اور تاریخی شہر ہے۔ سیدنا حارث نے بصری کی طرف جانا تھا میں تصور میں اس کا نقشہ بنا رہا تھا کہ وہ کیسے اور کس راستے سے بصری جا رہے ہوں گے۔ تو اندازہ ہوا کہ وہ تبوک اور پھر وہاں سے اردن کے علاقے بقاء میں داخل ہوئے اور وہاں سے انہوں نے بصری شام جانا تھا۔ بقاء کے علاقے پر ان دنوں رومی حاکم کی طرف سے شرجیل بن عمرو غسانی گورنر تھا۔ غسانی قبیلہ کے لوگ اسلام کے شدید دشمن تھے۔ سیدنا حارث مؤتہ کے قریب سے گزر رہے تھے کہ شرجیل غسانی کے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ انہیں شرجیل کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سوال کیا: تم کہاں جا رہے ہو؟ حارث نے جواب دیا: میں شام جا رہا ہوں۔ کہنے لگا: شاید تم محمد ﷺ کے پیامبر ہو۔ حارث کہنے لگے: جی ہاں۔ ”اَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ“ ”میں اللہ کے رسول ﷺ کا فرستادہ ہوں۔“ اس بد بخت نے حکم دیا کہ ان کو رسیوں سے باندھ کر شہید کر دیا جائے؛ چنانچہ ان کو رسیوں سے بڑی مضبوطی سے جکڑ کر باندھ دیا گیا۔ پھر

تاریخ کا طالب علم ہر روز اخبارات میں غزہ کے مسلمانوں پر ہونے والی بمباری کی خبریں پڑھ کر خون کے آنسو رو رہا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتا ہے جس مجلس میں شریک ہوتا ہے وہ غزہ کے مظلوم و مقہور مسلمانوں کے لیے دعائیں کرتا ہے۔ شہداء کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ زخمیوں کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں۔ نقصانات کی تفصیل تو شاید کسی کے پاس نہ ہو۔ فلسطینیوں کی ساری زندگی کی کمائی چند روز میں مٹی کا ڈھیر بن چکی ہے۔ میں کئی مرتبہ سوچتا ہوں کہ ہم کیا تھے کیا بن گئے ہیں؟ ”غزہ“ سے اردن کوئی زیادہ دور نہیں۔ رافم کو متعدد بار اردن جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ دوسرے مرتبہ میں معرکہ مؤتہ کے میدان میں گیا ہوں۔ میں کتنی ہی دیر تک وہاں کھڑا ہو کر جنگ کا نقشہ بناتا رہا۔ آج بھی جب میں اپنے بچوں کو یا سامعین کو اس معرکہ کے بارے میں بتاتا ہوں تو وہ بڑا تعجب کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی، مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے رومیوں کا مقابلہ کیا اور خوب مقابلہ کیا۔ انہوں نے پسپائی اختیار کی تو اس خوبصورت انداز میں کہ قوموں کی عسکری تاریخ میں ایک شاندار باب کا اضافہ کر دیا۔

قارئین کرام! معلوم ہے کہ اس معرکہ میں کامیابی کا ایک سبب اس کے کمانڈر بھی تھے۔ معرکہ مؤتہ کیوں اور کیسے ہوا؟ اس کا مختصر سا جائزہ لینے کے بعد ہم اس کے ایک کمانڈر سیدنا عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں چند باتیں بیان کریں گے تاکہ ہمارے قارئین کو معلوم ہو کہ ہمارے سلف صالحین کس قسم کی شخصیات تھے۔

عہد نبوت میں دو ہی بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک ایرانیوں کی طاقت جسے کسری کہا جاتا تھا اور دوسری رومیوں کی قوت اور طاقت جنہوں نے سیکڑوں سال اس خطے پر حکومت کی تھی۔ رومیوں کی قوت زیادہ منظم تھی۔ یہ لوگ اردن، شام، فلسطین، لبنان اور ترکی کے علاقوں پر چھائے ہوئے تھے۔ دومۃ الجندل سعودی عرب کا مشہور

مند توڑ جواب دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن رواحہ اپنی قوم کے نمایاں اور معزز افراد میں سے تھے۔ مدینہ طیبہ میں اسلام کی دعوت پھیلانے میں سیدنا مصعب بن عمیر کا کردار بہت نمایاں تھا۔ یہ نوجوان جو قریش کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، بہت ہی ذہین و فطین اور خوبصورت نوجوان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت اور دانائی کا وافر حصہ دیا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تبلیغ کے نتیجے میں بڑے مختصر وقت میں مدینہ طیبہ کے اکثر و بیشتر لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ان میں ہمارے یہ خزر جی شاعر عبداللہ بن رواحہ بھی شامل تھے۔

ہجرت سے پہلے جن لوگوں نے دوسری بیعت عقبہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ان میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ ستر سے زائد تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بیعت کی تکمیل کے بعد یہ تجویز رکھی کہ انہی افراد میں سے 12 سربراہ منتخب کر لیے جائیں جو اپنی اپنی قوم کے نقیب ہوں۔ چنانچہ جن بارہ نقیبوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے منتخب کیا، ان میں ایک عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ اللہ اللہ! اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی شخص کو منتخب فرمائیں، ان کی زندگی کے کتنے ہی روشن پہلو ہیں۔ آئیے ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ ان صحابہ میں سے تھے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے انہیں ایک جنگی مہم میں بھیجنے کے لیے منتخب فرمایا۔ حکم ہوا: تم اس لشکر میں شامل ہو جاؤ اور شہر سے باہر اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ انہوں نے سوچا کہ لشکر ابھی مدینہ سے باہر ایک مقام پر جمع ہو رہا ہے۔ کیوں نہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کر لوں میرے پاس تیز رفتار سواری ہے۔ جمعہ پڑھتے ہی روانہ ہو جاؤں گا اور تھوڑی دیر میں لشکر سے مل جاؤں گا؛ چنانچہ وہ جمعہ مسجد نبوی میں ادا کرتے ہیں۔ اب ذرا اللہ کے رسول ﷺ کی وقت نظر اور فراست ملاحظہ کریں کہ آپ ﷺ کی اپنے ساتھیوں میں ایک ایک کے احوال پر نظر ہے۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو اپنی مسجد میں دیکھا تو پوچھا: عبداللہ!

تمہیں تو اس وقت لشکر میں اپنے ساتھیوں کے درمیان ہونا چاہیے تھا۔ ذرا حدیث کے الفاظ پر غور کریں کہ آپ نے فرمایا: لَمَّا مَنَّكَ أَنْ تَغْلُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ، عبداللہ! تمہیں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہونے سے کس چیز نے روک لیا؟۔ اب ذرا ان کا جواب ملاحظہ کیجیے کہ ان کی نیت کتنی عمدہ اور درست تھی، عرض کرنے لگے: اَرَدْتُ أَنْ أَصْلَحَ مَعَكَ ثُمَّ الْخَفُفْتُ، ”میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے (جمعہ کی) نماز پڑھ لوں، پھر میں لشکر میں شامل ہو جاؤں۔“ اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام کو اطاعت رسول کا درس دینا چاہتے ہیں۔ اسی کو ذہلن کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تَوَاقَّفْتُ مَا فِي الْأَرْضِ حَبِيبًا مَا أُرْسِئْتُ فَطَلَّ غَدَوْنَهُمْ، ”اگر تم زمین کے سارے خزانے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو، تو جس اجر و ثواب کو تمہارے ساتھی پہنچ گئے ہیں، تم اسے نہیں پہنچ سکتے۔“ عبداللہ بن رواحہ ان معدودے چند صحابہ میں سے تھے جو تلوار اور اشعار دونوں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ انہیں غزوہ بدر، احد اور غزوہ خندق میں بھی شرکت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وہ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ خندق کی کھدائی کے دوران وہ مٹی اپنے کندھوں پر اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ اس موقع پر ان کے اشعار تو دشمن کے لیے تلوار کی کاٹ سے بھی بڑھ کر تھے۔ جنگ شروع ہوتی تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اپنی تلوار کو لہراتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چلتے:

اَخْلَوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ..... خَلُّوا فُكْلُ الْخَبْرِ فِي رَسُولِهِ

”کفار کے بیٹوں! ان کا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو کہ ساری بھلائی اس کے رسول ہی میں ہے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا: ابن رواحہ! آپ اللہ کے رسول کے سامنے اشعار پڑھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمر! انہیں کچھ نہ کہو۔ ان کے اشعار تو دشمن کے لیے تیروں سے بھی زیادہ خنث ہیں۔

عبداللہ بن رواحہ ان صحابہ کرام میں سے تھے جو راتوں کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ ابو درداء بڑے مشہور صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں: ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سخت گرمی کے موسم میں ایک لڑائی کے لیے جا رہے تھے۔ گرمی اتنی خنث تھی کہ

ہم میں سے بعض لوگ اپنا ہاتھ سر پہ رکھے چل رہے تھے تاکہ دھوپ کی شدت اور تمازت سے بچا جاسکے۔ اس شدید گرمی کے موسم میں صرف اللہ کے رسول ﷺ اور عبداللہ بن رواحہ ہی دو ایسی شخصیات تھیں جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ عبداللہ بن رواحہ کی ایک اہلیہ سے ان کی گھریلو زندگی اور عبادت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگیں: جب وہ گھر سے نکلتے یا گھر میں داخل ہوتے، دونوں صورتوں میں دو رکعت نفل نماز ادا کرتے۔

عبداللہ بن رواحہ نہایت متقی، عادل اور اللہ کا خوف رکھنے والے تھے۔ انہیں بہت سے اعزازات ملے جن میں سے ایک اعزاز یہ بھی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں خیبر کی پیداوار کا حساب کر کے اس میں سے مسلمانوں کا حصہ وصول کرنے کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ یہودیوں نے اپنی عورتوں کے زیور ان کی خدمت میں رشوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہا: براہ کرم آپ حساب کتاب میں ذرا نرمی کر کے ہمیں کچھ فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیں۔ اس پیشکش پر سیدنا عبداللہ بن رواحہ کا جواب ان کے ایمان کی بلند یوں کی عکاسی کرتا ہے: فرمانے لگے: اے گروہ یہود! اللہ کی قسم! تم لوگ میرے نزدیک اللہ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ مخلوق ہو، مگر اس کے باوجود میں تم پر کوئی زیادتی کرنے کا روادار نہیں۔ یہ مال جو تم نے مجھے پیش کیا ہے یہ رشوت ہے اور ہم مسلمان رشوت نہیں لیا کرتے۔ یہودیوں نے کہا: بلاشبہ اسی عدل و انصاف پر ہی زمین و آسمان قائم ہیں۔

بیعت عقبہ کی رات ابن رواحہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ ہمارے سامنے اپنے رب کے بارے میں اور اپنی ذات کے بارے میں جو چاہیں شراک رکھ لیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے بارے میں یہ شرط رکھتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے لیے یہ شرط رکھتا ہوں کہ تم میری بھی اسی طرح حفاظت کرو گے جس طرح اپنے اہل و عیال کی اور اموال کی کرتے ہو۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اگر یہ کر لیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا: تمہارے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

ایمان و عمل سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ابن رواحہ آٹھ ہجری میں غزوہ موتہ میں مقام شہادت پر سرفراز ہوئے ہیں جب کہ وہ اسلامی لشکر کے تیسرے امیر تھے۔

خاندان غزنویہ کا ذکرِ خیر

تحریر: حافظ عبدالاعلیٰ درانی، بریٹن فورڈ، برطانیہ

چونکہ خود بھی بہت تعلیم یافتہ اور خاندانی آدمی تھے اس لیے ان کا حلقہ احباب بھی اسی قسم کے لوگوں پر مشتمل تھا۔ جن لوگوں سے میں نہ صرف واقف ہوں بلکہ بہت زیادہ ان کے قریب بھی رہا ہوں ان میں ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، چوہدری عبدالحفیظ، ڈاکٹر راشد رندھاوا بھی تھے۔

خاندان غزنوی کا ذکر و فکر میں استغراق، انہماک اور نماز میں خشوع و خضوع بڑا مشہور رہا ہے۔ پچھلی صدی میں اس خاندان نے سید عبداللہ غزنوی کی سربراہی میں افغانستان سے ہندوستان ہجرت کی تھی کیونکہ ان کے وطن میں ان پر حق پرستی اور توحید و سنت پر کاربند ہونے کے باعث جینا حرام کر رکھا تھا۔ سید عبداللہ غزنوی نے خود، اور ان کے بیٹے نے درس حدیث شیخ اکل حضرت سید نذیر حسین دہلوی سے لیا تھا۔ فراغت کے وقت سید نذیر حسین دہلوی نے کہا کہ انہوں نے حدیث مجھ سے پڑھی لیکن نماز میں نے ان سے سیکھی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے لکھا ہے کہ 1857ء زمانہ جنگ کے دوران جامع مسجد دلی میں سید عبداللہ غزنوی درس حدیث دیا کرتے تھے۔ انگریز نے مسجد پر دھاوا بول دیا۔ اس دن مسجد میں کوئی نمازی داخل نہ ہو سکا۔ لیکن سید عبداللہ غزنوی نے اذان بھی کہی اور اکیلے جماعت بھی کرائی۔ دوران درس حدیث انہیں جب اپنے جوان بیٹے کی خبر شہادت ملی، چند لمحے توقف کیا اور پھر فرمایا کہ جو قدرت کا کام ہے وہ کر رہی ہے آؤ ہم اپنا کام کریں (بیا کار خود کلیم) اور پھر درس حدیث شروع کر دیا۔ اندرون لاہور کو چار بج سواراں میں چنیا نوالی مسجد جو پنجاب میں مجاہدین کا گڑھ رہا ہے، اس کے امام سید عبدالواحد غزنوی اور مولانا داؤد غزنوی کے والد مولانا عبدالجبار غزنوی کے متعلق بھی بہت سی روایات مشہور ہوئیں۔ ہمارے ممدوح سید ابوبکر غزنوی میں بھی یہ خاندانی روایت بدرجہ اتم موجود تھی۔ نماز اس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے کہ ان کا جسم خمیرے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا۔

سید ابوبکر غزنوی کو ذکر و فکر سے بڑی دلچسپی تھی۔ تلاوت قرآن کے بڑے شیدائی تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جو خطیب اپنی تقریر میں بجا جاتا تلاوت قرآن نہیں پڑھتا وہ منحوس ہے۔ موضوع کے بغیر بھی قرآنی آیات کی تلاوت کیا کرو، اس سے برکت ہوتی ہے۔ سید ابوبکر غزنوی

بہت محبت کرتے تھے۔ سید صاحب کی رہائش یونیورسٹی میں تھی تاہم خطبہ جمعہ کے علاوہ بھی ہفتہ وار لیکچر دیا کرتے تھے۔ مدرسے میں معمول کی کلاسز کے علاوہ بھی مختلف اہل علم اور عربی کے نامور پروفیسر حضرات درس دینے آیا کرتے تھے۔ سر فہرست تو سید صاحب کا ہفتہ وار لیکچر تھا۔

مدرسہ تقویۃ الاسلام کے مہتمم مولانا سید ابوبکر غزنوی بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے، نہایت ہی خوبصورت نین و نقش والے۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک کا نام جنید تھا، دوسرے کا نام یاد نہیں۔ چونکہ سید صاحب کا رجحان تصوف کی طرف تھا اسی لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کا نام بھی ایسے ہی رکھا۔ بڑے ذاکر انسان تھے۔ آپ ان دنوں انجینئرنگ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے چیف تھے۔ انہوں نے یونیورسٹی میں اسلامی روایات کی خوب پاسداری کی اور طلباء کی ذہنی و تعلیمی تربیت میں سلف صالحین کی راہ متین تھی۔ آپ کو دور جدید کے فنون خاص طور پر منکرین حدیث سے بڑی چڑھتی۔ مولانا حنیف ندوی جیسے جلیل القدر عالم نے مدرسہ میں تکمیل بخاری پر درس دیتے ہوئے بڑی خوبصورت نکتہ آفرینیاں فرمائیں، جو آج تک مجھے یاد ہیں۔

یونیورسٹی میں ایک باریک منکرین حدیث غلام پرویز کا لیکچر رکھا گیا اور اس نے روایتی انداز میں طلباء میں انکار حدیث کا فتنہ جگانے کی کوشش کی۔ سید صاحب نے فوراً اس فتنہ باز کی شرارتوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اپنے جلالی انداز میں قرآنی آیات کی مسلسل اور بے تکان تلاوت سے ثابت کیا کہ جو شخص حدیث رسول کا منکر ہے دراصل وہ قرآن کی ثقاہت ہی کا منکر ہے۔ آج مسٹر پرویز کا سامنا کسی روایتی مولوی سے نہیں بلکہ ایک مستند اور خاندانی وجاہت والے انسان سے تھا۔ لہذا مسٹر پرویز نے پچھلے دروازے سے دم دبا کر بھاگنے ہی میں غافیت سمجھی۔ سید صاحب یونیورسٹی ہی میں رہائش پذیر تھے۔

بنیادی طور پر فیصل آباد میں پروفیسر سید ابوبکر غزنوی کی بچپن میں سنی گئی دو تقاریر نے میری کایا پلٹ ڈالی تھی، جن سے متاثر ہو کر میں نے لاہور منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دو سال بعد جب میں اکیلا سفر کرنے کے قابل ہو گیا تو ان کے دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں داخلہ لے لیا۔ ان کے ہفتہ وار درس و ذکر کی محفل میں باقاعدگی سے شریک ہوا کرتا جو انجینئرنگ یونیورسٹی میں ہر جمعرات کی شام منعقد ہوا کرتی تھی۔ اپنے دور کے سب سے بڑے خطیب سید ابوبکر غزنوی علیہ الرحمہ کے خطبات بڑے غور سے سنتا تھا۔ مجھے ان کی تقاریر کے الفاظ و محاورے تک یاد تھے۔

خاندان غزنوی سے وابستگی کا سبب

مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام سے وابستگی کا ایک سبب غزنوی خاندان سے والہانہ عقیدت تھی۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی کی دو تقریریں میرے بچپن کی بہترین یادگار تھیں۔ ایک تو ان کا مامونہا نجی جامعہ تعلیم الاسلام میں سالانہ کانفرنس کے موقع پر خطاب تھا جس میں سید صاحب بار بار مجدد الف ثانی کا یہ جملہ دہراتے تھے: اللہی انت مقصودی و رضاءك مطلوبی۔ بڑی جاندار تقریر تھی۔ دوسری تقریر جامع رحمانیہ مندرگی فیصل آباد میں بعد نماز عصر رمضان المبارک میں سنی تھی۔ میں ان دنوں دارالعلوم عبداللہ پور میں قرآن حفظ کر رہا تھا۔ سید ابوبکر غزنوی کی تقریر میں کچھ ایسی روحانی کشش تھی کہ جس سے میں بہت متاثر ہوا اور ان کو دیوانگی کی حد تک چاہنے لگا تھا۔

تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں

بڑی سوچ و ہمار کے بعد میرا تقویۃ الاسلام میں داخلہ ہو گیا جس کے مہتمم سید ابوبکر غزنوی اور ناظم جامعہ حافظ محمد ایوب صاحب تھے جو سید صاحب کے رفقاء میں سے تھے اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں لیکچرار بھی تھے۔ حافظ صاحب بڑے شریف الطبع آدمی تھے۔ طلباء کے ساتھ

کی تحریک کے ہر اول دستے میں رہے تھے۔ پتہ نہیں اس سمیت کتنے موضوعات پر معلوماتی گفتگو ہوتی رہی۔ اتنی بات ضرور یاد ہے کہ میری وجہ سے شاہ صاحب خلاف عادت بہت رات تک جاگتے رہے لیکن انہوں نے اکتاہٹ ظاہر کی اور نہ ہی مجھے سو جانے کی ہدایت کی۔ میں بھی جانتا تھا کہ اتنے تاریخی انسان کا قرب زندگی میں کہاں مل سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور خوب استفادہ کیا۔

سید عمر فاروق صاحب 22 جون 1978 کو لاہور

میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ وادخلہ فسیح الجنة۔ اسی خانوادے میں سید داؤد غزنوی کا ایک اور بیٹا سخی غزنوی بھی تھے۔ ایک اور چھوٹا بیٹا تھا جس کا نام تھا غزالی..... جو میرا بہت گہرا دوست اور ہم عمر تھا۔ ایک شام چوک میں کسی بد بخت شخص کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بن گیا۔ ہم دونوں نے یہ خبر بڑے افسوس کے ساتھ سنی۔ غزالی کے ساتھ دوستانہ پکا ہو چکا تھا۔ اسی حادثے کو بنیاد بنا کر ہم گھنٹوں دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کرتے رہتے۔ اسی وجہ سے ہماری نمازوں میں پابندی اور دعاؤں میں عاجزی و گریہ زاری بڑھ گئی تھی۔

سید داؤد غزنوی کا تذکرہ انسائیکلو پیڈیا میں

مکتبہ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا کی مجلس ادارت میں شامل ہوا تو مجھے اس میں علمائے اہلحدیث کے حالات نہ ملے۔ سو ارادہ کیا کہ یہ کام تو مجھے کرنا ہی ہوگا۔ ان دنوں ”ع اور غ“ کی پٹی چل رہی تھی۔ میں نے اس پٹی میں ”عبداللہ“ کے ضمن میں سید عبداللہ غزنوی، صوفی عبداللہ مامون کا نجن والے، شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا عبداللہ روپڑی وغیرہ کے حالات شامل کر دیے۔ اور ”غ“ کی پٹی میں سید داؤد غزنوی کے حالات بھی گھسیڑ دیے کہ کسی طریقے سے ان اعظم کا ذکر خیر تاریخ کے صفحات میں داخل ہو جائے۔ چیف ایڈیٹر سید قاسم محمود نے میرے مقالے پڑھے اور ہنس دیے کہ چالاکی سے یہ نام داخل کیے جا رہے ہیں۔ لیکن حالات ایسے انداز میں مرتب کیے گئے کہ سید قاسم محمود بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بولے ایک کام کرو کہیں سے سید داؤد غزنوی صاحب کی تصویر بھی مہیا کرو۔ یہ کام بڑا مشکل نظر آیا

ڈالتے تھے۔ خود ہی بڑے بڑے سرمایہ والے لوگ ایسے کھینچ چلے آتے جیسے مفتاحیں کے گرد لوہا۔ ایک ہفتے میں سال بھر کا مدرسے کا خرچ جمع ہو جاتا تھا۔ سید صاحب بڑے خود دار اور جلالی تھے۔ وہ کبھی کسی کے ہاں نہیں جایا کرتے تھے۔ حالانکہ فیصل آباد کے بڑے بڑے سرمایہ دار لوگ ان کے مرید تھے لیکن آپ ان میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں ٹھہرتے تھے۔ اگر کہیں جاتے تو بڑے ٹھانڈے ٹھانڈے اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ۔ بنس الفقیر علی باب الامیر پرختی سے کار بند تھے۔ حافظ ایوب صاحب کی شادی قصور میں ہوئی تو ان کے گاؤں کے باہر نہر تک ہی سید صاحب گئے تھے اور اس بات کی بھی بڑی شہرت ہوئی کہ سید بادشاہ نے حافظ ایوب کی شادی میں شرکت فرمائی ہے۔ مولانا داؤد غزنوی (رحمہ اللہ) کی سیاست کی وجہ سے قصور کا سارا علاقہ انہی کا حلقہ انتخاب تھا جہاں سے مولانا معین الدین لکھوی (رحمہ اللہ) ہمیشہ انتخاب جیت کر قومی اسمبلی پہنچتے رہے۔

سید عمر فاروق غزنوی

بھی بھی نماز فجر کے بعد جائے نماز پر ایک خوبصورت آدمی کو بیٹھے ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو جانا کہ یہ سید صاحب کے بھائی ہی ہو سکتے ہیں۔ انہی جیسا نقش و نگار، رنگ تھوڑا سا مختلف، تصدیق چاہی تو پتہ چلا کہ یہی عمر فاروق ہیں۔ عقیدت سے سلام کیا اور محبت سے جواب ملا۔ تھوڑی دیر مزید بیٹھ کر تسکین قلب حاصل کیا۔ پھر کئی دن بعد دوبارہ نماز فجر کے بعد بیٹھے دیکھا پھر پہلی طرح ہی کی ملاقات رہی۔ عمر فاروق صاحب کے بڑے بیٹے عثمان میرے بڑے اچھے دوست بن گئے تھے۔ ان سے راہ و رسم بڑھی تو پتہ چلا کہ عمر فاروق زمیندارہ کرتے ہیں اور شیخوپورہ لائن پر ایک چھوٹا سا ریلوے اسٹیشن آتا ہے شاکر آباد کے نام سے۔ ایک دن میرا اور عثمان کا اکٹھے وہاں جانے کا پروگرام بنا، ہم شاہدرہ ریلوے اسٹیشن سے سوار ہو کر شاکر آباد اترے اور وہاں سے پیدل ان کی ڈیرے پر گئے۔

شام ڈھلے مکنی دانے بھنائے گئے اور گڑ ڈال کر کھائے۔ رات کو گئے رات کی کھیر تیار کی گئی۔ رات کو دیر تک کھیتے رہے۔ پھر خدا کا کرنا ہوا کہ سید عمر فاروق تشریف لے آئے۔ میری چار پائی سید صاحب کے ساتھ بچھی اور بہت دیر تک ان سے باتیں ہوئیں۔ وہ سید احمد

فضائل ذکر کا تذکرہ عموماً کرتے رہتے تھے۔ سید صاحب کے نام بہت سے رسائل و جرائد اعزازی طور پر آیا کرتے تھے مگر سید صاحب کو فرصت ہی نہیں ہوتی تھی انہیں دیکھنے کی۔ بیڑھیوں میں لگے ہوئے لیٹر بکس کی چابی پتہ نہیں کس کے پاس تھی، البتہ ہر ہفتے لیٹر بکس بھر جاتا، ہم ہاتھ ڈال کر رسالے نکال کر پڑھا کرتے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے۔

میں شاہ صاحب کے ابوالکلامی انداز خطابت سے بہت متاثر تھا۔ بلکہ وہ اپنی نوعیت کے پہلے اور آخری خطیب تھے۔ ان جیسی گھن گرج، بھاری بھر کم اور رعب دار آواز، الفاظ کا چٹاؤ، صوتی ہم آہنگی، منظم گفتگو، جامع مگر دل میں اتر جانے والی خطابت زمانے میں انوکھی تھی۔ ان کی آواز اور گھن گرج تو مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی زیادہ بارعب لگی۔ ہمارے سید صاحب شیر دل انسان تھے۔ نفاست میں تانا شاہ تھے، وہ کسی کی بے تحاشا بڑھی ہوئی ڈاڑھی، بے ہنگم مونچھوں، بے ڈھنگی چال، بے موقع گفتگو سے سخت متفر تھے بلکہ یہ اور اس قسم کی باتیں ان کی طبع نزاکت کی برداشت سے باہر تھیں۔ رکھ رکھاؤ میں ان کا سا انداز میں نے زندگی بھر کسی کا نہ دیکھا۔

نازک مزاج شاہاں تاب خن ندارند

سید صاحب کی فیصل آباد آمد

ایک بار سید صاحب نے مجھے طلب کیا اور پوچھا کہ تم فیصل آباد کب جا رہے ہو؟ عرض کیا اگلے ہفتے۔ کہا مجھ سے مل کر جانا۔ پھر انہوں نے مجھے جھال خانوآنہ میں مقیم شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ کے نام ایک خط دیا اور تاکید کی کہ یہ صرف انہی کو پہنچانا۔ فیصل آباد آکر میں شیخ الحدیث صاحب سے ملا اور سید صاحب کا خط پیش کیا تو انہوں نے مجھے بڑی قدر کے ساتھ پاس بٹھایا، حال احوال پوچھا۔ میں نے ان سے خط کا مضمون دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس بار رمضان میں سید صاحب فیصل آباد تشریف لارہے ہیں اور ان کا قیام یہاں میرے ہاں ہوگا۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ پھر رمضان میں سید صاحب فیصل آباد تشریف لائے اور ایک ہفتہ مولانا کی مسجد میں قیام فرمایا۔ میں بھی خاص طور پر سید صاحب سے ملنے گیا۔ شاہ صاحب یہاں بھی اپنے مدرسے کیلئے ڈیرہ

اخبار الجماعۃ

دعاء حجت کی اپیل

گزشتہ دنوں مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع سیالکوٹ کے امیر ملک محمد منیر اعوان نے کئی وجہ سے کمر کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ملک صاحب کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور انہیں دین و مسلک اور جماعت کی خدمت کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعا گو:- ڈاکٹر عبدالسیع سیکرٹری اطلاعات ضلع سیالکوٹ

اعلان داخلہ

مدرسہ تحفۃ القرآن محمدی اہل حدیث شیخ کالونی جنگ روڈ فیصل آباد میں 8 شوال سے داخلہ جاری ہے۔ مدرسہ ہذا میں شعبہ حفظ کو جدت کے ساتھ جاری کیا گیا ہے۔ اپنے ہونہار بچوں کو تجوید کے ساتھ حفظ القرآن کی بہترین تعلیم دلانے کیلئے مدرسہ میں تشریف لائیں۔

منجانب:- قاری حبیب اللہ لکھلکھ امام و مدرس محمدی مسجد شیخ کالونی جنگ روڈ فیصل آباد

تقریری مقابلہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث سکٹر ترگشہ بنگلہ کے ذریعہ تمام چک نمبر 62/E.B تحصیل عارفوالہ میں 23 جون 2014ء بروز سوموار پیغمبر انقلاب پر دو گرام منعقد ہوا۔ جس میں اہل حدیث بچوں کا تھریڈنگ مقابلہ اور خصوصی خطاب مولانا نعیم الرحمن شیخ پوری نے کیا۔ مولانا محمد حسین عزیز اسٹیج سیکرٹری تھے۔

منجانب:- قاری بلال شاد نائب صدر A.Y.F تحصیل عارفوالہ

تعاون فرمائیں

جامع مسجد ختم نبوت ﷺ کیلئے راستہ اور جامعہ امہات المؤمنین للبنات گوجرانوالہ کے لئے دو پلاٹوں کی ضرورت ہے۔ جن کی قیمت تقریباً بیس لاکھ روپے ہے۔ محترم حضرات بھرپور تعاون فرما کر عبد اللہ ماجور ہوں۔

پتہ: جامع مسجد ختم نبوت، محلہ شوکت آباد لنک سوئی گیس روڈ گلبرہ عبدالرحمن ٹھیکیدار، نزد کچی فوٹو منڈ گوجرانوالہ

رابطہ: قاری محمد اسلم شاہر، 0300-6487309

0301-6405596

ضرورت رشتہ

جٹ فیملی کا خوبصورت 21 سالہ لڑکا خطیب اعزازی جامع مسجد اہلحدیث، زرعی زمین اور جہز لنڈر کیلئے خوبصورت خوب سیرت ذہین لڑکی جٹ فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ لڑکی جامعہ میں طالبات کو پڑھا سکے۔ (نون نمبر: 0346-6645070)

والدین رابطہ کریں۔ محمد صدق باجوہ ضلع سیالکوٹ

درس قرآن و حدیث

بمقام جامع مسجد لال اہل حدیث (مولانا محمد رفیق پسروری والی) چوک اہل حدیث پسرور

بتاریخ: 16 اگست بعد نماز مغرب بروز ہفتہ فضیلۃ الشیخ ابوالرزام حافظ محمد مصطفیٰ صادق خطیب اعظم لاہور ارشاد فرمائیں گے۔

منجانب:- اہل حدیث یوتھ فورس پسرور شی

ضرورت معلمہ و قاریہ

جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات چتر پڑی (محلہ سکینان) میرپور آزاد کشمیر کے لئے ایک معلمہ کی ضرورت ہے جو وفاق کا نصاب پڑھا سکتی ہو، نیز ایک عدد مستند قاریہ کی ضرورت ہے۔ معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔ قرب و جوار کے اضلاع کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ، نگران جامعہ: میاں محمد یونس 0331-8232474

دعوت افطار

اہل حدیث یوتھ فورس چک پنڈی ضلع گجرات کے زیر اہتمام 17 جولائی 2014ء کو مرکزی جامع مسجد اہلحدیث میں دعوت و افطار کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مولانا عبد الرحمن خلیق خطیب گجرات اور حضرت مولانا حافظ انعام اللہ کجھانی نے خطابات کیے۔ ہر لحاظ سے پروگرام کامیاب رہا۔

قاری عبدالغفار صدیقی نائب ناظم تبلیغ A.Y.F ضلع گجرات

درس قرآن مجید

مرکزی جمعیت اہل حدیث و اہل حدیث یوتھ فورس چٹوکی کے زیر اہتمام شہری مختلف مساجد میں 4 دروس قرآن کا اہتمام کیا۔ ان دروس میں صوبائی ناظم اعلیٰ میاں محمود عباس، معروف خطیب قاری محمد خالد مجاہد، ضلعی ناظم حافظ حسن محمود کبیر پوری اور چٹوکی شہر کے امیر قاری عبدالمنان کاشف نے خطاب کیا۔ یہ پروگرام ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہے۔

منجانب:- قاری عبدالباقی اعوان ناظم چٹوکی شہر

ضرورت رشتہ

ایک جوان عمر 42 سال اپنا معقول ذاتی کاروبار ہے کیلئے ایک لڑکی عمر تقریباً 30 سال تک کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکا دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ جہیز کی ضرورت نہیں، ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

فوری رابطہ: مرزا آفتاب اقبال ڈاکٹرانہ خورد تحصیل ضلع جہلم

0344-5739337

عظمت مصطفیٰ ﷺ کا نفرنس

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع خیاری کے زیر اہتمام کوئٹہ شیرخان جمالی میں 23 جون 2014ء کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا نفرنس منعقد کی گئی۔ حافظ احمد خان کا کانے تلاوت کی۔ حافظ عزیز کا کا۔ مولانا عبدالعزیز کا کا، حافظ جمشید جمالی، مولانا ثناء اللہ جمالی اور قاری ابراہیم خلیل نے خطابات کیے۔ علامہ محمد ابراہیم طارق نے خصوصی خطاب فرمایا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ زبیر احمد کا کانے انجام دیئے۔ خادم حسین جمالی کی طرف سے سب کیلئے عشاء کا انتظام کیا گیا۔

المرسل:- حافظ صلاح الدین کا کانہو سعید آباد

مسجد اہل حدیث میں افتتاحی پروگرام

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام نو تعمیر مسجد اہل حدیث ڈیرہ ارشد جٹ نزد ترگشہ بنگلہ عارفوالہ کا افتتاح ہوا۔ اس موقع پر شیر پنجاب مولانا منظور احمد اور سید امجد علی شاہ آف گوجرانوالہ نے خطابات کیے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری بلال شاد نے سرانجام دیئے۔ اس موقع پر علاقہ سے کثیر علماء اہل حدیث نے اور احباب جماعت نے شرکت کی۔

رپورٹ:- قاری بلال شاد گجرات نائب صدر A.Y.F تحصیل عارفوالہ

افطار پارٹی

19 رمضان المبارک بروز ہفتہ زیر اہتمام جامعہ اثریہ جہلم کے رئیس حافظ عبدالحمید عامر نے افطار پارٹی کا انتظام جامع مسجد توحید اہلحدیث اعوان پور تحصیل پنڈ دادخان میں کیا، آپریشن کی وجہ سے خود شریک نہ ہو سکے اور مولانا قطب شاہ صاحب تشریف لائے اور مختصر مگر روح پرور درس دیا۔ جس میں مقامی لوگوں نے کافی تعداد میں شرکت فرمائی۔ دعا گو: تصدیق حسین اعوان خادم مسجد توحید اہلحدیث اعوان پور تحصیل پنڈ دادخان

فاضل مدرس و شیخ الحدیث کے ضرورت مند

جو ناظمین مدارس طلباء و طالبات مندرجہ بالا صاحب کے ضرورت مند ہوں وہ درج ذیل نمبر پر رجوع کریں۔

عبدالحق محمدی، ملتان، 0308-5602830

اگر ضرورت ہو

اردو زبان کے خطیب جو بہترین تدریس کی بھی اہلیت رکھتے ہیں، آج کل بازار میں نہیں۔ لاہور یا قرب و جوار کے اضلاع سے سے خطیب تدریس یا امامت کے ضرورت مند مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0313-2444919

درخواست دعائے صحت

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث پسرود (مولانا رفیق پسرودی) کے خطیب حضرت مولانا محمد سرور شفیق صاحب فراموش ہیں۔ قارئین انکی صحت کا مالہ و عاجلہ و نافذہ کیلئے خصوصی دعا فرمائیں۔
منجانب: رانا خضیب الحسن گوجرانوالہ

لوگ شریک ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری خطاؤں کو معاف فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین!
دعا گو: محمد عمران مجاہد، فیروز ڈووالا شیخوپورہ

انتقال پر ملال

جناب محمد یعقوب روپڑی انتقال کر گئے!

جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ساہیوالہ ضلع سیالکوٹ کے ناظم جناب محمد یعقوب روپڑی 19 جولائی 2014ء کو مختصر علالت کے بعد یہاں انتقال کر گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت نیک سیرت، ملنسار، صوم و صلوة کے پابند اور دینی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے فرد تھے۔ اسی روز بعد نماز عصر مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں علماء کرام، کارکن، طلبہ اور احباب جماعت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ مولانا عبدالوہاب روپڑی صاحب نے پڑھائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو اس صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق دے۔ (ادارہ)

مولانا محمد عباس طور کو صدمہ

گزشتہ روز مولانا محمد عباس طور کی خوشدامن اور بھائی ظفر اقبال فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی والدہ محترمہ ماٹون شپ لاہور میں قضاے الہی سے انتقال فرما گئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
مرحومہ صوم و صلوة اور نماز تہجد کی بہت پابند تھیں۔ قارئین سے ان کیلئے دعائے مغفرت اور رفع درجات کی درخواست ہے۔

رابطہ نمبر: 0333-8382427

شریک غم: حافظ محمد یونس ط

انظہارِ تعزیت

فیروز ڈووالا جماعت کے کارکن حافظ محمد یاسر حسن کھرل کی ہمیشہ طویل علالت کے بعد 5 اگست کو وفات پا گئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ جامع مسجد ثنائیہ اہل حدیث میں حافظ عبدالباسط شیخوپوری صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں

جوہر نایاب

جدید طبی ریسرچ مایوس ہونا گناہ ہے۔

بے اولاد حضرات کے لئے قومی شفا خانہ نے 30 سالہ طبی ریسرچ کے بعد ایک ٹانک ”جوہر نایاب“ تیار کیا ہے۔ اسے استعمال کر کے اپنی تازہ رپورٹ کے ساتھ ملیں۔ ان شاء اللہ رپورٹ اچھی ہوگی۔

قومی شفا خانہ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

0345-6213064

دار الخلود کا انمول تحفہ

”خوشبوئے جنت سے محروم لوگ“

مؤلف ابوالعباد حافظ عبدالرزاق اطہر حفظہ اللہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

ملنے کے پتے: لاہور: مکتبہ قدوسیہ، مکتبہ اسلامیہ، اسلامی اکیڈمی، نعمانی کتب خانہ، مکتبہ السلفیہ، گوجرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر، سیالکوٹ: الفرقان اسلامک سنٹر، امام بخاری یونیورسٹی
ناشر: دار الخلود کاموگی، ضلع گوجرانوالہ 0306-3381129, 0333-8257302

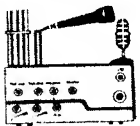
ضرورت مدرس قاری

ہمیں اپنے ادارہ کیلئے ایک مستند قاری مدرس کی ضرورت ہے۔ جو شعبہ حفظ القرآن کا ماہر لہجہ آئمہ حرم تجوید کے ساتھ پڑھا سکے۔ شادی شدہ اور مسلک اہلحدیث ہونا ضروری ہے۔ (خدمت حسب لیاقت)

رابطہ: ملک محمد راشد عمران، امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث جاپور ضلع راجن پور

0301-7581366, 0333-4501614

Al-Fatah
Loud Speaker Amplifier



پروہائز محمد عثمان

الفتح ایملی فائر لاؤڈ سپیکر

نیو ایملی فائر کی بہترین درائی دستیاب ہے

ہمارے ہاں نئے و پرانے ایملی فائر، یونٹ، مائیک، ہارن، طوطی ہارن، سٹینڈ، U.P.S، کالم سپیکر بازار سے رعایت خریدیں نیز مرمت کوالیفائیڈ ملکیٹک کے پاس تشریف لائیں۔

Mob:0321-7432246

Mob:0334-7967107

Ph:055-4230167

نمائیں چوک نزدیکی کالج گوجرانوالہ

حوا کی بیٹیوں کی عظیم تربیتی و معیاری درس گاہ

جامعہ تعلیم القرآن و الحدیث متصل جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث سوہا وہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

زیر سرپرستی

حاجی محمد نواز مغل

داخلہ جاری ہے

نوٹ

درس نظامی کیلئے
مدرس کی ضرورت ہے۔

شعبہ جات: درس نظامی، وفاق المدارس السلفیہ، شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ ترجمہ القرآن
○ بہترین محنتی اور قابل اساتذہ کی زیر نگرانی، خالص کتاب و سنت کی تعلیم ○ قیام و طعام اور علاج
معالجے کا بہترین انتظام، ○ بہترین اور صاف ستھرا تعلیمی ماحول، ○ بہترین ہوادار کمرے اور ہاسٹل

منجانب: انتظامیہ جامعہ ہذا جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث ڈسکہ

عرصہ 44 سال سے مسجدوں کی خدمت میں پیش پیش

گولڈن

مکمل ایمپلی فائر
خود تیار کردہ
دستیاب ہیں۔

ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر (رجسٹرڈ)

ساجد کے لئے خصوصی رعایت

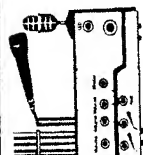
ہمارے ہاں نئے ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر تیار کیے جاتے ہیں۔
یونٹ، مائیک، ہارنیز اور مختلف پیمائش اور مرمت کا کام تملی بخش کیا جاتا ہے۔

امپورٹڈ
محلی، دستیاب ہیں۔

چوک نیائیں نزدیکی کا لچ گوجرانوالہ

0300-6430739
055-4213430

الکریم لاؤڈ سپیکر اینڈ ایمپلی فائر



نئے لاؤڈ سپیکر کی مکمل
دراستی دستیاب ہے۔

ایمپلی فائر جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ (نئی ورائٹی)

فضل مارکیٹ دوکان نمبر 2 چوک نیائیں گوجرانوالہ

محمد زیشان ربانی
0343-6007696

فون نمبرز: 055-4212804, 4226706-0300-6430029

ساجد اور رسول کیلئے خصوصی رعایت

پردہ ایئر ایم اکرام مغل (دہریک)

پراسٹار

ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر
ایڈوانسڈ سسٹم

0333-8294645
055-4237974
0312-7343693

ہمارے ہاں نئے ایمپلی فائر لاؤڈ سپیکر تیار کیے جاتے ہیں۔
یونٹ، مائیک، ہارنیز اور مختلف پیمائش اور مرمت کا کام تملی بخش کیا جاتا ہے۔

حافظ آباد چوک نیائیں نزدیکی مارکیٹ گوجرانوالہ

اعلان داخلہ

زیر سرپرستی: فضیلۃ الشیخ ابوتقی حفیظ الرحمن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الجامعہ
جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ الجھت ہاؤسنگ سکیم رائے ونڈ روڈ لاہور کے تمام شعبہ جات میں نئے تعلیمی سال کا آغاز و داخلہ
10 شوال 1435ھ سے شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ

شعبہ جات

شعبہ درس نظامی شعبہ حفظ القرآن شعبہ ناظرۃ القرآن

اس عظیم الشان درس گاہ میں اپنے نونہال بچوں کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کروانے کے لیے اول فرصت
میں تشریف لائیں اور اپنے پیارے بچوں کو داخل کروائیں۔

خصوصیات و سہولیات

- (1) قابل، محنتی اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات (2) تعلیم کے ساتھ دینی تربیت پر خصوصی توجہ
- (3) جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) سے الحاق (4) وفاق المدارس السلفیہ سے الحاق
- (5) قیام و طعام، علاج معالجہ و دیگر ضروریات بذمہ جامعہ
- (6) صاف ستھرا، ہوادار ماحول اور عالیشان عمارت (7) فن خطابت و تحریر پر خصوصی توجہ

نوٹ: الحمد للہ گزشتہ سال جامعہ ہذا سے فارغ التحصیل پانچ طلباء کا سعودی جامعات میں داخلہ ہوا اور گیارہ طلباء نے حفظ القرآن
مکمل کیا، شعبہ درس نظامی (الجھت ہاؤسنگ سکیم لاہور) سے 14 طلبہ اور اسی جامعہ کے تحت ادارہ نبراس برائے علوم شرعیہ ڈیفنس
کراچی سے 21 طلباء کرام نے صحیح بخاری شریف کا دراستہ مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی ہے۔

منجانب: قاری عبداللہ ظہیر ناظم جامعہ ہذا، 0323-4888014

داخلوں
کا آغاز
10 شوال 1435ھ

• نصف صدی سے مصروف عمل • فرقہ واریت سے پاک

بانی: مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ



تاسیس 1957ء

جامعہ تعلیمات اسلامیہ

JAMIA TALIMAAT ISLAMIA

☆ پرائمری پاس بچوں کے لئے 3 سال میں مڈل اور حفظ قرآن مجید
☆ مڈل پاس بچوں کو 7 سال میں ایم اے پاس عالم دین بنائیں

زیر وٹائم میں حافظ قرآن بنائیں

شرائط داخلہ

☆ بچے کا سکول سرٹیفکیٹ اپڈ ایٹس سرٹیفکیٹ
☆ بچے کے ساتھ سرپرست کی مع صل شائق کارڈ تشریف آوری



اہلیت ملے داخلہ

☆ شعبہ تحفیز القرآن: پرائمری پاس ☆ شعبہ کتب: مڈل پاس

جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے امتیازات

مدینہ یونیورسٹی جامعہ ام القری مکتہ المکرمۃ
اور جامعہ سعودیہ ریاض میں داخلہ کے مواقع

گورنمنٹ سے منظور شدہ حیثیت
ایم اے کے مساوی ڈگری سند

نوٹ

ناگزیر وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ قبل مدارس کے ساتھ الحاق کا سلسلہ بند کر دیا گیا تھا جسے اہل مدارس کے پُر زور اصرار پر دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے، لہذا اہل مدارس الحاق کیلئے ریکس ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام ادارے کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر درخواستیں ارسال کر سکتے ہیں۔ وزٹ کے بعد ضابطے کے مطابق الحاق کر لیا جائے گا۔

خصوصیات

☆ دینی و عصری علوم ایک ساتھ ☆ تقریری و تحریری مقابلے
☆ کمپیوٹر، آڈیو اور ویڈیو کے ذریعے تعلیم ☆ تعلیمی و تربیتی پروگرام
☆ قرآن و سنت کی راہنمائی میں شخصیت سازی ☆ ہم نصابی سرگرمیاں
☆ عربی کی زندہ زبان کی حیثیت سے تدریس

جامعہ سٹریٹ (بالمقابل ستارہ ٹیکسٹائل) سرگودھا روڈ فیصل آباد

فون: 041-8847 910-11 مدیر: 0321-9667350 Email: talimaat@yahoo.com

رابطہ
کے
لیے

ہم روک رہے ہیں باطل کو کوئی آئے ہمارے ساتھ چلے..... یہ راستہ جنت جاتا ہے جو چاہے ہمارے ساتھ چلے

اہل حدیث یوتھ فورس اعوان پورہ گاہوڑ کے زیر اہتمام اعوان پورہ گاہوڑہ کے زیر اہتمام

بمقام: جامع مسجد توحید اہل حدیث اعوان پور تحصیل پنڈ دادنخان بتاریخ ۱۲ اگست بروز منگل بعد نماز عصر تا رات گئے تک

عظیم الشان عظمت قرآن و حدیث کانفرنس

زیر امارت	زیر صدارت	زیر قیادت	زیر سرپرستی
سینیئر پروفیسر ساجد میر امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان	حافظ عبدالحمید عامر فاضل مدینہ یونیورسٹی، رئیس جامعہ اثریہ جہلم	چوہدری محمد اسلم سابقہ چیئرمین محمد عرفان ڈائریکٹر الفرقان و ملیفیئر ٹرسٹ پشاور	میاں محمد امغر گوجرانوالہ، فروٹ منڈی حافظ احمد حقیق جامع اثریہ جہلم
مہمان خصوصی	مہمان خصوصی	خصوصی کاوش	اسٹیج سیکرٹری
جناب رانا نصر اللہ خان امیر ضلع لاہور	جناب امتیاز احمد مجاہد ایڈووکیٹ ناظم ضلع لاہور	قاری فتح محمد ساجد خطیب جامع مسجد ہذا	قطب شاہ صاحب مدرس جامعہ اثریہ جہلم
تلاوت	تلاوت	تلاوت	تلاوت
قاری غلام اللہ خان آف سرگودھا	قاری غلام اللہ خان آف سرگودھا	قاری غلام اللہ خان آف سرگودھا	قاری غلام اللہ خان آف سرگودھا

☆☆☆☆ مقررین ☆☆☆☆

حضرت مولانا سید سبطین شاہ نقوی حقانیت مسلک اہل حدیث	حافظ محمد یونس آزاد، لاہور موت سے میدان مشترک	قاری محمد طفیل سالک، گوجرانوالہ میں اہل حدیث کیوں ہوا؟
--	--	---

○○○○ مہمانان گرامی ○○○○

☆ کیپٹن راج محمد آف جہلم، ☆ کیپٹن گل حسین گل آف اعوان پور، ☆ راجہ قمر آف پیر چک، ☆ چوہدری ڈاکٹر محمد منشا جلالپور شریف، ☆ چوہدری محمد ریاض، پنڈی ☆ عبداللہ اعوان آف لاہور، ☆ حاجی محمد شفیق آف مکر کھار، ☆ چوہدری احمد یار گوندل آف باہوال، ☆ چوہدری ڈاکٹر محمد اکرم آف ملکووال، ☆ ملک خادم حسین اعوان آف اعوان پور، ☆ ملک محمد اسلم اعوان آف اعوان پور۔

رابطہ انتظامیہ: تصدق حسین اعوان خادم جامع مسجد توحید اہل حدیث اعوان پور 0341-5330090

الداعی الی الخیر: اہل حدیث یوتھ فورس رئیس اعوان پور تحصیل پنڈ دادنخان، جہلم

كلية العلوم الشرعية

6 سالہ درس نظامی

10 شوال سے داخلہ جاری ہے

کیمپس امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (سیالکوٹ)

صحیح بخاری کی کلاس میں داخلہ ٹیسٹ و انٹرویو کے بعد دیا جائے گا۔

سہولیات و خصوصیات

☆ نماز، پنجگانہ باجماعت کا خصوصی اہتمام

☆ عصر و عشاء کے بعد مطالعہ اساتذہ کی نگرانی میں

☆ خطابت کی صلاحیت کو اجاگر کرنا

☆ تحقیق و تالیف کی عملی تربیت، ☆ وسیع پلے گراؤنڈ، جزیئر، کنفین

☆ انگلش اور کمپیوٹر کا لازمی پیریڈ

☆ کھانا، رہائش، تعلیم (مستحقین کیلئے) فری

☆ عظیم لائبریری، فری میڈیکل ڈسپنسری

☆ علم حدیث میں تخصص ☆ علم وراثت میں مہارت

☆ اعلیٰ دینی تعلیم و تربیت ☆ ماہرین تعلیم کی زیر نگرانی

طلبہ کو وفاق کے ساتھ

میٹرک، ایف۔ اے

گوجرانوالہ بورڈ سے کروانے کا

انتظام ہے۔

المدیر العام

منظر شیرازی

(0300-6138593)

امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سیالکوٹ رابطہ نمبر۔ 052-6227306-7-8

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختص ترین زندگی میں نبوی رائج پر ماہرین مختص (Specialist) اساتذہ کے ذریعے لو اسباب سے کیلئے

صرف 2 سہ ماہی حیرت انگیز جدید طریقہ مدینہ سے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

داخلا 25
تہ سہوار

سورة التين



بلوغ المرء

اصول فقہ

50

خط میرزا جبار علی خان

الداعي إلى الخير

Weekly AHL- E - HADITH

CPL No
116

106, Ravi Road Lahore (54000)
Weeklyahlehadith@yahoo.com
WEBSITE: www.ahlehadith.org/www.ahlehadith.com

Ph Office:
042-37729933
Fax:
042-37725525
Weekly Ahl-e- Hadith
042-37720257

تقدیر محمد بن نوید 2012ء
حافظ مسعود اظہر
حفظ اللہ

نشانہ ہادیہ تقدیر
فاضل القرآن محمد بن نوید
ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
شہادت 2012ء

مؤسس جہانی
ابوالحسن علی محمد سعیدی
رحمۃ اللہ علیہ
جنوری 1987ء

مؤسس اول
حضرت ولی محمد
صوفی ولی محمد
جنوری 1978ء

خوشخبری
جامعہ اسلامیہ
مدینہ منورہ سے
الحاق شدہ

اعلان داخلہ

تمام تر ہوا توں سے مزین جنوبی پنجاب کی منفرد اور مثالی درس گاہ

جامعہ سعید سلفی®

ایک علمی و دعوتی مرکز، رجوع الی الکتاب والسنة کی تحریک، جامع اور مکمل اسلامی نظام زندگی کا علمبردار ادارہ ہے

دو سالہ کورس
عربی لینگویج
مع
گراؤنڈ

تین سالہ کورس
حفظ
مع
تجوید

ایک سالہ کورس
تجوید
مع
مشغل

سات سالہ کورس
علوم اسلامیہ
(دینی)

خصوصیات

- مسلکی تعصب اور فرقہ داریت سے پاک خالص علمی ماحول
- دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا اہتمام
- تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت کا اہتمام
- قیام و طعام اور علاج و معالجہ کی مثالی سہولیات
- کہنہ مشوق مستند اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات
- اچھی کارکردگی کے حامل مفتی طلبہ کیلئے گراں قدر انعامات

ڈاکٹر حافظ مسعود عبد الرشید اظہر

Email: jamia.saeedia@hotmail.com
0333 5176493 - 065 2552317

جامعہ سعید سلفیہ خانیوال

رئیس